سیرت طیّبہ

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

مسعود احمد خورشید سنوری

نام کتاب	: سیرت طیبہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
مصنف	: مسعود احمد خورشید سنوری
طبع اول	: ربوہ، پاکستان
طبع اول انڈیا	: 2011ء
حالیہ طباعت انڈیا	: ستمبر 2013ء
تعداد	: 1000
مطبع	: فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان
ناشر	: نظارت نشر واشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان ، ضلع گورداسپور، پنجاب، انڈیا-143516

ISBN : 978-81-7912-331-7

Seerate Tayyaba Mehbube Kibriya

By:

Masood Ahmad Khursheed Sanori

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

باب نمبر6

باب نمبر7

باب نمبر8

پیش لفظ

میں اس مضمون کو اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔

تذکرہ ایڈیشن پنجم مطبوعہ قادیان کے صفحہ نمبر ۶۳ پر حضور علیہ السلام کے ۱۸۶۶ء کے بابرکت الہام درج ہیں، اُن میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اور خوشخبری درج ہے .... ''میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا اور اُن کے نفوس اور اموال میں بھی برکت بخشوں گا۔''

چنانچہ جب میری والدہ رحیمن بیبی صاحبہ صحابیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اہلیہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ نے اپنی بیماری اور کمزوری کی حالت میں ڈاکٹروں اور حکیموں کے اُن کو لاعلاج قرار دینے کے بارہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سارا حال بیان کیا اور دعا کی درخواست کی تو حضور علیہ السلام نے دو مرتبہ دعا کرنے کا وعدہ فرمایا اور پھر تیسری مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنا رُخ انور آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جاؤ اُن سے کہہ دو (یعنی اپنے خاوند سے کہہ دو) کہ اتنی اولاد ہوگی کہ سنبھال نہیں سکو گے۔'' چنانچہ خدائے قادر وتوانا رب العالمین نے اس قول عظیم کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے لفظ بہ لفظ پورا فرمایا اور 14 بچے عطا فرمائے جن میں سے ایک یہ عاجز نابکار بھی ہے۔ یہ تحریر اس لیے پیش کی جارہی ہے کہ یہ حضرت امام الزمان مہدی دوران عاشق صادق حضرت رسول کریم ﷺ کی صداقت کا چمکتا نشان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے مردے زندہ کئے لیکن مسیح محمدیؑ علیہ السلام نے خدائے قادر وتوانا کی عظمت اور جلالت ظاہر کرنے کے لئے اس سے نیست سے ہست کا معجزہ مانگا اور بڑی شان سے پورا ہوا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک۔**

میں عزیزم مکرم صفی الرحمٰن خورشید مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ممنون ہوں کہ اُنہوں نے اس مضمون کی پروف ریڈنگ، طباعت اور اشاعت کے تمام کام قابل قدر طور پر انجام دیئے۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

والسلام

احقر العباد

مسعود احمد خورشید سنوری عفی عنہ

از امریکہ

نوٹ:۔

انصاراللہ مرکزیہ ربوہ نے تحریری مقابلہ کے لئے آنحضرت ﷺ کی سیرت کا عنوان منتخب کیا۔ چنانچہ یہ مقالہ اس مقابلہ میں انعام یافتہ قرار پایا اور مکرم مسعود احمد خورشید سنوری صاحب کراچی حال فلوریڈا۔امریکہ کو نقد ایک ہزار روپے کا انعام اور قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیراحمد صاحب کی تالیف سیرت خاتم النبییّن صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم عنایت کی گئی۔

خورشید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں
اور اُس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں
(المصلح الموعودؓ)

........................☆☆☆☆........................

سیرت طیّبہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جس کی تعریف خداوندکریم نے خود بیان فرمائی ہے کہ آپ مومنوں کے لئے رؤف، رحیم ہیں۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور نبیوں کے سردار ہونے کے ساتھ سراج منیر بھی ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں ذکر موجود ہے۔

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ:۱۲۸)

مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا (اور) بہت کرم کرنے والا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن ○ (انبیاء:۱۰۸) دنیا کے لئے رحمت

خَاتَمَ النبيين ○ (الاحزاب:۴۱) نبیوں کی مہر

سِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ (الاحزاب:۴۷) چمکتا ہوا سورج

خدائے ذوالجلال کی محبوبیت کا اظہار

مندرجہ ذیل آیات وحدیث میں پایا جاتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (الاحزاب:۵۷)

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (آل عمران:۳۲)

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۝ (حدیث قدسی)

قرآن کریم میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے القاب

طٰہٰ	–	طیّب اور ہادی	(طٰہٰ:۲)
یٰسٓ	–	سیّد	(یٰسٓ:۲)
الانسان	–	کامل انسان	(الاحزاب:۷۳)
عبداللہ	–	اللہ کا بندہ	(الجن:۲۰)
المزمل	–	چادر میں لپٹنے والے	(المزمل:۲)
المدثر	–	بارانی کوٹ پہننے والے	(المدثر:۲)

بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (المومنون:۷۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پس یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے کہ جیسے فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانبیاء۱۰۸) اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ ھُدًی

لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (ملفوظات جدید ایڈیشن جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۲۶)

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ کا حکم قرآن مجید میں ۱۹ مرتبہ ہے۔

بلکہ فرمایا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ج (النساء:۸۱)

''جو اس رسول کی پیروی کرے تو اُس نے اللہ کی پیروی کی۔''

هُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ

یہ ہدایت نامہ ہے متقیوں کے لئے

اس ہدایت نامہ کے سب سے بڑے عالم اور عامل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''کَانَ خُلُقُہُ الۡقُرۡآنَ'' کے مصداق ہوئے۔ چنانچہ تقوٰی کے سب سے اُونچے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدائے ذوالجلال و الاکرام نے ''رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِین'' (الانبیائ:۱۰۸) اور ''ذِکۡرًا رَّسُوۡلًا'' (الطلاق:۱۱-۱۲) کے عالی القاب سے ملقب فرمایا نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی تعریف میں فرمایا ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ'' (القلم:۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر رسول قرار دے کر بارگاہِ عالی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو ہدایت نامہ عطا کیا گیا اُس کو ذِکۡرٌ مُّبٰرَکٌ اَنۡزَلۡنٰہُ ط(الانبیائ:۵۱) قرار دیا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک ذکر پر انتہائی قدم صدق سے گامزن ہوئے اور اُمّت مسلمہ کی راہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا کیونکہ خدائے ذوالجلال نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرمایا تھا کہ تُو کہہ دے

''وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ج'' (الانعام:۱۵۴)

............''کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو۔''

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کو فرض قرار دے دیا اور اِرشاد ہوا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (اٰل عمران: ۳۲)

تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو پھر میری اتباع کرو۔ اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جامعیت اقوال وافعال کے لحاظ سے

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

خدائے ذوالجلال نے عرش بریں پر اپنے محبوب کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت اور شان کا بیان خود اپنے پاک کلام میں کیا اور ازل سے ابد تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام، رحمتیں اور برکتیں نازل کرنے کا بڑے پیار سے تذکرہ کیا۔ اور ساری دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے لئے پابند کر دیا۔ اس سے بڑھ کر اعزاز اور شان نہ دنیا کے کسی انسان، کسی نبی یا رسول کو حاصل ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیۡ ھٰذِہِ الدُّنۡیَا وَبَعۡثٍ ثَانٍ

(القصیدہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشق صادق حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات کا تذکرہ اس رنگ میں فرماتے ہیں:

”جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلی طور پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤوف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں۔ان ناموں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات اور تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں **اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا** ہے......جامعیت تامہ کی وجہ سے سورۃ آلِ عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد واقرار لیا گیا کہ تم پر واجب ولازم ہے کہ عظمت وجلالیت شان ختم الرسل پر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور ان کی اس عظمت اور جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل وجان مدد کرو۔ اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گزرے ہیں وہ سب کے سب عظمت وجلالیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے آئے ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت میں یہ بات کہہ کر کہ خدا سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چمکا صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پر آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا اور آفتابِ صداقت کی پوری پوری شعائیں فاران پر ہی آ کر ظہور پذیر ہوئیں......اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ مکہ معظّمہ میں سے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی رسول نہیں اُٹھا سو دیکھو حضرت موسیٰؑ سے کیسی صاف صاف شہادت دی گئی ہے کہ وہ آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہوگا اس کی شعائیں سب سے زیادہ تیز ہیں اور سلسلہ ترقیات نور صداقت اسی کی ذات جامع بابرکات پر ختم ہے............

اس تمام تقریر کا مدعا وخلاصہ یہ ہے کہ عندالعقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسلم ہے جس کی شعاعیں ہزار ہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بے شمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نور قدیم تک پہنچا رہے ہیں۔ **وللہ در القائل۔**

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دوسرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی

اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کے مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

(حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ اپنی تحریروں کی ر و سے، جلد اوّل صفحہ ۴۳۳۔۴۳۴،مرتبہ سید داؤد احمد مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ صفحہ ۴۳۳، ۴۳۴)

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ اپنے فارسی کلام میں آپؐ کی افضلیت اور جامعیت کا تذکرہ فرماتے ہیں:

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
وآں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بے شمار
تاجدار ہفت کشور آفتاب شرق و غرب
بادشاہ ملک و ملت ملجاء ہر خاکسار

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد ۵ صفحہ ۲۷)

یعنی ہمارے پیارے آقا و سرور کائنات سید الانبیاء، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس قدر بلند مرتبہ اور عظیم شان رکھتے ہیں کہ آپ کی ذات والا صفات میں لاکھوں (یوسف علیہ السلام جیسے) نبیوں کے کمالات پائے جاتے ہیں اور آپ کی قوت قدسی اتنی بلند ہے کہ آپ کے انفاخ قدسیہ سے ان گنت اور بے شمار مسیح ناصری جیسے انبیاء پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ (جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَائِیْل

(عوالی اللئالی العزیزیۃ جلد ۴ مطبوعہ ۱۹۸۵ءقم۔ایران)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب جہانوں کے تاجدار ہیں اور مشرق و مغرب کے آفتاب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ملک اور ملت کے بادشاہ ہیں اور ہر خاکسار کے ملجاء و ماویٰ ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

عرش بریں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدائے ذوالجلال نے سب سے بڑا اعزاز یہ عطا فرمایا کہ رب العالمین قادر و توانا خدا تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمۃ للعالمین کی

سند عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O (سورۃ الانبیاء:۱۰۸)

اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جامعیت،فضیلت اور عظمت بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت بنائے گئے ہیں۔ جب کہ کسی دوسرے نبی کو یہ اعزاز عطا نہیں ہوا۔اسی لئے خداوند کریم کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام دنیا کی طرف مبعوث ہونے کا اعلان کرنے کا حکم ہوا اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''اور ایسا ہی فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ الاعراف:۱۵۹) قرآن شریف کے دوسرے مقامات پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے امّی فرمایا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے آپؐ کا کوئی اُستاد نہ تھا۔مگر بایں ہمہ کہ آپؐ اُمّی تھے۔حضورؐ کے دین میں امیون اوسط درجہ کے آدمیوں کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے فلاسفروں اور عالموں کو بھی کر دیا۔ قل یا ایھا الناس اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا کے معنی نہایت ہی لطیف طور پر سمجھ میں آسکتے ہیں۔جمیعًا کے دو معنی ہیں۔اول تمام بنی نوع انسان یا تمام مخلوق۔ دوم تمام طبقہ کے آدمیوں کے لئے یعنی متوسط، ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ کے فلاسفروں اور ہر ایک قسم کی عقل رکھنے والوں کے لئے غرض ہر عقل اور ہر مزاج کا آدمی مجھ سے تعلق کر سکتا ہے۔''

(ملفوظات جدید ایڈیشن،جلد اوّل،صفحہ ۷۷)

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''............چونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کل دنیا کے انسانوں کی روحانی تربیت کے لئے آئے تھے اس لئے یہ رنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ کمال موجود تھا۔اور یہی وہ مرتبہ ہے جس پر قرآن کریم نے متعدد مقامات پر حضورؐ کی نسبت شہادت دی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے مقابل اور اسی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات کا ذکر فرمایا

ہے۔وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (سورۃ الانبیاء:۱۰۸)

(ملفوظات جدید ایڈیشن، جلد اوّل، صفحہ ۷۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جامعیت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بلند مقام، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برتری یعنی آپ کا سیّد ہونا۔ یعنی تمام جہانوں کے سردار۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا افضل الرسل ہونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام محمود پر فائز کیا جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب خداوندی کا مقام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کافۃ للناس ہونا یعنی تمام دنیا کے لئے مبعوث کیا جانا۔ ان باتوں سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ بھری پڑی ہیں۔ ایک پیاری حدیث پیش خدمت ہے۔ جس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی جامعیت اور پانچ خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے:

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے پانچ ایسی باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔

اول مجھے ایک مہینے کی مسافت کے اندازے کے مطابق خداداد رعب عطا کیا گیا ہے۔

دوسرے میرے لئے ساری زمین مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔

تیسرے میرے لئے جنگوں میں حاصل شدہ مال غنیمت جائز قرار دیا گیا ہے، حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے جائز نہیں تھا۔

چوتھے مجھے خدا تعالیٰ کے حضور شفاعت کا مقام عطا کیا گیا ہے اور

پانچویں مجھ سے پہلے ہر نبی صرف اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا لیکن میں ساری دنیا اور سب قوموں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

(چالیس جواہر پارے، صفحہ ۱۹ مرتبہ، قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

آپ کی پانچویں خصوصیت کی تشریح کرتے ہوئے قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''پانچویں خصوصیت آپؐ کی یہ ہے کہ جہاں گزشتہ نبی صرف خاص خاص قوموں کی طرف اور خاص خاص زمانوں کے لئے آئے تھے وہاں آپؐ ساری قوموں اور سارے زمانوں کے واسطے مبعوث کئے گئے ہیں۔ یہ ایک بڑی خصوصیت اور بہت بڑا امتیاز ہے جس کے نتیجہ میں آپ کا خدا داد مشن، ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے وسیع ہو گیا اور آپؐ خدا کے کامل اور مکمل مظہر قرار دیئے گئے ہیں یعنی جس طرح ساری دنیا کا خدا ایک ہے اسی طرح آپؐ کی بعثت سے ساری دنیا کا نبی بھی ایک ہو گیا۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ**''۔

(چالیس جواہر پارے، صفحہ ۲۱)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساری دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ گزشتہ انبیائے کرام کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کارنامے کیسی بلند شان کے ہیں اور کتنی عظمت رکھتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عالی منصب اور بلند مقام کو آسمان کی رفعتوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس بارہ میں بھی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی روح پرور تقریر ملاحظہ فرمائیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت کفار عرب بھی فرعونیت سے بھرے ہوئے تھے وہ بھی فرعون کی طرح باز نہ آئے۔ جب تک انہوں نے جلالی نشان نہ دیکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام موسیٰؑ کے کاموں کے سے تھے اس موسیٰؑ کے کام قابل پذیرائی نہ تھے لیکن قرآن شریف نے منوایا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں گو فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ملی لیکن گناہوں سے نجات نہ ملی۔ وہ لڑے اور کج دل ہوئے اور موسیٰؑ پر حملہ آور ہوئے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری پوری نجات قوم کو دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر طاقت، شوکت، سلطنت اسلام کو نہ دیتے، تو مسلمان مظلوم رہتے اور کفار کے ہاتھ سے نجات نہ پاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ نجات دی کہ مستقل اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ گناہوں سے ان کو کامل نجات ملی۔ خدا تعالیٰ نے ہر دو نقشے کھینچے ہیں کہ عرب پہلے کیا تھے اور پھر کیا ہو گئے۔ اگر ہر دو نقشے اکٹھے کئے جائیں تو ان کی پہلی حالت کا اندازہ لگ جائے گا سو اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں

نجاتیں دیں۔شیطان سے بھی نجات دی اور طاغوت سے بھی''۔

(ملفوظات جدید ایڈیشن، جلد اوّل، صفحہ ۲۶)

کسی نبی کی زندگی کے حالات اور سوانح اس طرح دنیا کے سامنے نہیں آئے اور نہ ہی تاریخ کی کتابیں یا مذہبی کتب میں کسی نبی کا ایسا تذکرہ موجود ہے جیسا ہمارے پیارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ اور پاکیزہ کردار کے بارہ میں سینکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں۔لیکن یہ موضوع اب بھی تشنہ تکمیل ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی فرزند جلیل حضرت امام مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ان کے اخلاق بالکل مخفی ہی رہے۔شریر یہود جن کو گورنمنٹ کے ہاں کرسیاں ملتی تھیں اور رومی گورنمنٹ ان کے گروہ کی وجہ سے عزت کرتی تھی۔مسیحؑ کو تنگ کرتے رہے مگر کوئی اقتدار کا وقت حضرت مسیحؑ کی زندگی میں ایسا نہ آیا جس سے معلوم ہوجاتا کہ وہ کہاں تک باوجود مقدرت انتقام کے عفو سے کام لیتے ہیں مگر برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ایسے ہیں کہ وہ مشاہدہ اور تجربہ کی محک پر کامل المعیار ثابت ہوئے۔وہ صرف باتیں ہی نہیں بلکہ اُن کی صداقت کا ثبوت ہمارے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسے ہندسہ اور حساب کے اصول صحیح اور یقینی ہیں اور ہم دو اور دو چار کی طرح ان کو ثابت کر سکتے ہیں لیکن کسی اور نبی کا متبع ایسا نہیں کرسکتا۔اسی لئے آپ کی مثال ایک ایسے درخت سے دی جس کی جڑھ، چھال، پھل، پھول پتے غرض ہر ایک چیز مفید اور غایت درجہ مفید، راحت رساں اور سرور بخش ہے..............''۔

(انفاخ قدسیہ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸ مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ تقریر جلسہ سالانہ ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۷ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوت قدسیہ اور حاشر روحانی ہونے کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ اپنے پیارے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

اَحۡیَیۡتَ اَمۡوَاتَ الۡقُرُوۡنِ بِجَلۡوَۃٍ
مَاذَا یُمَاثِلُکَ بِھٰذَا الشَّانِ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صدیوں کے مردے ایک ہی جلوہ سے (روحانی طور پر) زندہ کر دیئے۔کون ہے جو اس اعلیٰ شان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نظیر و مثیل ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یسوع مسیح کے کام اور ان کے حواریوں کے کارناموں کی ایک ہلکی سی جھلک پیش فرمائی۔آپؑ فرماتے ہیں:

''ایسا ہی مسیح علیہ السلام کی زندگی پر نظر کرو۔ساری رات خود دعا کرتے رہے۔دوستوں سے کراتے رہے آخر شکوہ پر اتر آئے اور اِیۡلِیۡ اِیۡلِیۡ لِمَا سَبَقۡتَنِیۡ بھی کہہ دیا یعنی اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اب ایسی حسرت بھری حالت کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مامور من اللہ ہے۔جو نقشہ پادریوں نے مسیح کی آخری حالت کا جما کر دکھایا ہے وہ تو بالکل مایوسی بخشتا ہے۔لافیں تو اتنی تھیں کہ خدا کی پناہ۔اور کام کچھ بھی نہ کیا۔ساری عمر میں کل ایک سو بیس آدمی تیار کئے اور وہ بھی ایسے پست خیال اور کم فہم جو خدا کی بادشاہت کی باتوں کو سمجھ ہی نہ سکتے تھے اور سب سے بڑا مصاحب جس کی بابت یہ فتویٰ تھا کہ جو زمین پر کرے،آسمان پر ہوتا ہے اور بہشت کی کنجیاں جس کے ہاتھ میں تھیں۔اسی نے سب سے پہلے لعنت کی۔اور وہ جو امین اور خزانچی بنایا ہوا تھا۔جس کو چھاتی پر لٹاتے تھے۔اسی نے تیس درم لے کر پکڑوا دیا۔اب ایسی حالت میں کب کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسیح نے واقعی ماموریت کا حق ادا کیا۔''

(ملفوظات جدید ایڈیشن،جلد اوّل،صفحہ ۳۴۴،۳۴۵)

نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سچی بات یہی ہے کہ سب نبیوں کی نبوت کی پردہ پوشی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوئی۔''

(ملفوظات،جدید ایڈیشن جلد اوّل صفحہ ۳۴۴)

یہ امر ایک کھلی کھلی حقیقت ہے کہ ہمارے پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندگی

کے تمام ادوار سے گزرے اور جب تک کوئی انسان ان تمام دوروں سے نہ گزرے جن میں وہ کبھی تو محکوم ہو اور کبھی حاکم اور حاکم بھی حاکم اعلیٰ ۔ یونہی تمام عرب کا بادشاہ اور اس کی زندگی میں ایسے نشیب و فراز آئے ہوں جن کو سن کر انسانی روح وجد میں آجاتی ہے اور اس کے شاندار کارہائے نمایاں کی تعریف و توصیف میں سب دوست دشمن رطب اللسان ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اس بات میں حضرت امام مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے ۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے ۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے ۔ ان میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی ۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا ۔ مَیں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جُزوِ اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے ۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں ۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے **ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپؐ نے آ کر کیا کیا؟ تو انسان وجد میں آ کر **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ** کہہ اُٹھتا ہے ۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریمؐ نے کیا کیا ورنہ وہ کیا بات تھی جو آپؐ کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(سورۃ الاحزاب:۵۷)

کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی ۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی

ایک انسان دنیا میں آیا جو مُحَمَّد کہلایا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ملفوظات جدید ایڈیشن، جلد اوّل صفحہ ۴۲۰۔۴۲۱)

حضرت رسول مقبول، خاتم النبیین، محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مندرجہ بالا عظمت شان اور فضیلت تامہ کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک روح پرور اور دلنشین تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرتؐ اپنے ذاتی جوہر کے رُو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رُو سے بھی ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لئے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کافہ بنی آدم کے لئے عام رکھا تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں۔ موسیٰ اور ابن مریم کی طرح ایک خاص قوم سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیف شاقہ اُٹھا کر اس اجر عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد نمبر ۱، صفحہ ۶۵۳، ۶۵۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات تمام خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جوانی اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ کو نیکی سے پیار تھا اور تقویٰ کی باریک راہوں پر گامزن تھے۔ سچ ہے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ چنانچہ آپ کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسالت عظمیٰ پر فائز کئے جانے سے قبل ہی امین اور صدیق کا خطاب دے دیا تھا۔ اس بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ دیباچہ تفسیر القرآن میں فرماتے ہیں۔۔۔۔۔

پس محض کسی شخص کا امانت دار اور صادق ہونا اس کی عظمت پر خاص روشنی نہیں ڈالتا لیکن کسی شخص کو ساری قوم کا امین اور صدیق کا خطاب دے دینا۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے اگر مکہ کے لوگ ہر نسل کے لوگوں میں سے کسی کو امین اور صدیق کا خطاب دیا کرتے تب بھی امین اور

صدیق کا خطاب پانے والا بہت بڑا آدمی سمجھا جاتا لیکن عرب کی تاریخ بتاتی ہے کہ عرب لوگ ہر نسل میں کبھی کسی آدمی کو یہ خطاب نہیں دیا کرتے تھے بلکہ عرب کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں صرف ایک ہی مثال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملتی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اہل عرب نے امین اور صدیق کا خطاب دیا۔ پس عرب کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں قوم کا ایک ہی شخص کو امین اور صدیق کا خطاب دینا بتاتا ہے کہ اس کی امانت اور اس کا صدق دونوں اتنے اعلیٰ درجہ کے تھے کہ ان کی مثال عربوں کے علم میں کسی اور شخص میں نہیں پائی جاتی تھی۔ عرب اپنی باریک بینی کی وجہ سے دنیا میں ممتاز تھے۔ پس جس چیز کو وہ نادر قرار دیں وہ یقیناً دنیا میں نادر ہی سمجھے جانے کے قابل تھی۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۳۴، ۲۳۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدائے ذوالعرش نے بھی یہ سند خوشنودی عطا فرمائی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ (سورۃ التکویر: ۲۲) ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاں سرکارِ دوعالم ہیں وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امین بھی ہیں نیز فرمایا:

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ؕ (سورۃ النجم: ۴-۵)

کہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا بلکہ اس کا پیش کردہ کلام صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی ہے۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امین ہونے کی زبردست دلیل بھی خود دے دی اور فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۙ

(سورۃ التکویر: ۲۰)

کہ ہمارا پیارا محبوب رسول ایسے درست طریقہ سے ہمارا کلام دنیا تک پہنچاتا ہے اور اس امانت کا فرض ایسے احسن طریقہ سے انجام دیتا ہے کہ اس سے بڑھ کر امین اور صدیق کوئی نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اپنے صدیق ہونے کی اپنی زبان معارف بیان

سے تصدیق فرمائی۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

روایت آتی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے جو بھی سنتے تھے وہ لکھ لیا کرتے تھے اس پر بعض لوگوں نے انہیں منع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی خوش ہوتے ہیں کبھی غصہ میں ہوتے ہیں تم سب کچھ لکھتے جاتے ہو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمرو نے اس پر لکھنا چھوڑ دیا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُكْتُبْ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا یُخْرِجُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقّ

(ابوداؤد کتاب العلم باب کتابۃ العلم)

یعنی تم بے شک لکھا کرو کیونکہ خدا کی قسم میری زبان سے جو کچھ نکلتا ہے۔ حق اور راست نکلتا ہے۔

(سیرۃ خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، صفحہ ۲۰)

قبائل قریش میں جب حجر اسود کو اس کی اصلی جگہ پر رکھنے کے متعلق اختلاف ہوا اور ہر شخص مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا تو اسی امن کے شہزادہ امین نوجوان کو خانہ کعبہ کی طرف آتے دیکھ کر لوگ بے ساختہ بولے۔ هٰذَا الْاَمِیْنُ رَضِیْنَا ۔ هٰذَا مُحَمَّدٌ اَمِیْنٌ اَمِیْنٌ۔

آپ کے ایک بدترین دشمن کی گواہی بھی سن لیجئے۔ اہل مکہ کو خیال پیدا ہوا کہ حج کے موقعہ پر لوگ جمع ہوں گے تو شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعض لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔ کسی نے کہا کہ ہم کہہ دیں گے کہ یہ شاعر ہے کسی نے کہا مجنوں کہہ دیں گے کسی نے کہا جھوٹا کہہ دیں گے۔ ان میں سے زبردست مخالف نظر بن حارث نے کھڑے ہو کر جوش سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم میں جوان ہوا سب سے اچھے اخلاق کا مالک تھا وہ تم سب سے زیادہ راست باز تھا وہ تم سب سے زیادہ امین تھا مگر جب تم نے اس کی کنپٹیوں میں سفید بال دیکھے اور تمہارے پاس وہ تعلیم لے کر آیا جس کا تم انکار کر رہے ہو تو تم نے کہہ دیا کہ وہ جھوٹا ہے۔

خدا کی قسم وہ ہرگز جھوٹا نہیں یہ گواہی تھی جو النظر ابن الحارث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کی صداقت پر دی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوستوں، دشمنوں، سب کی نظر میں اخلاق حسنہ کا منبع تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر ورق اپنے اندر اخلاق حسنہ کا منور حسن رکھتا ہے اور اس طرح انوار و برکات ارضی وسماوی سے پُر ہے جیسے لہریں مارتا ہوا سمندر اپنی روانی اور جوش میں کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس طرح اخلاق حسنہ کا خود مظاہرہ فرمایا جس سے دنیا کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لاکھوں انسانوں کو بھی پاک ومطہر بنادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق حسنہ کی عرش بریں کے مالک نے بھی تعریف کی اور فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (سورۃ القلم: ۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی لازمی قرار دی گئی اور فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۲)

اور یہاں تک کہہ دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کے بغیر خدا تعالیٰ کی محبت نہیں حاصل کر سکتے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران: ۳۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام صادق اور سچے محب حضرت امام مہدی علیہ السلام نے بھی آپ کی عظیم شان کے جلوے سے متاثر ہو فرمایا۔

وَاللّٰہ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرِدَافَۃٍ
وَبِہٖ الْوُصُوْلُ بِسُدَّۃِ السُّلْطَانٖ

(القصیدہ)

ترجمہ: خدا کی قسم۔ یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے لئے وزیر کی مانند ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے واسطے سے خدائے بادشاہ کی چوکھٹ تک رسائی ہوتی ہے:''

نیز حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''سو خدا نے توریت میں موسیٰ کی بُردباری کی ایسی تعریف کی جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں میں سے کسی کی تعریف میں یہ کلمات بیان نہیں فرمائے ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔ **اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم** (سورۃ القلم:۵) تو خُلق عظیم پر ہے۔۔۔۔۔۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ وشمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامّہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا: **وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا** (سورۃ النساء:۱۱۴) یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے اور کوئی نبی تیرے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔''۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد ۱، صفحہ ۶۰۶ بقیہ حاشیہ در حاشیہ ۳)

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ فرماتا ہے۔ **فَبِھُدٰىھُمُ اقْتَدِہْ** (سورۃ الانعام:۹۱) یعنی اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمدؐ کے یہ معنی ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد ۵، صفحہ ۳۴۳)

سچ تو یہی ہے کہ:

تَمَّتْ عَلَیۡہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ
خُتِمَتْ بِہٖ نَعۡمَآءُ کُلِّ زَمَانٖ

(القصیدہ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہر قسم کی فضیلت کی صفات مکمل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس پر ہر زمانہ کی نعمتیں ختم (کامل) کردی گئیں۔ نیز فرمایا

هُوَ خَیۡرُ کُلِّ مُقَرَّبٍ مُتَقَدِّمٍ
وَالۡفَضۡلُ بِالۡخَیۡراتِ لَا بِزَمانٖ

(القصیدہ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر مقرب سے افضل ہیں (اور شان میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں) اور (یاد رہے کہ) فضیلت لمبی عمر پانے سے نہیں بلکہ نیکیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات کریمانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شمائل حسنہ کے ناپیدا کنار سمندر کو دیکھ کر آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام نے یہ ترانہ گایا:

شان حق ترے شمائل میں نظر آتی ہے
ترے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشق صادق حضرت امام مہدی علیہ السلام نے جس طرح اپنے پیارے آقا کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور اخلاق فاضلہ کی جس احسن رنگ میں تصویر کھینچی ہے اُس سے روح وجد میں آجاتی ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کو دو حصوں پر منقسم کر دیا ایک حصہ

دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا۔ اور دوسرا حصہ فتحیابی کا۔ تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوا کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہو گئے۔ چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظّمہ میں شامل حال رہا اُس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارہ کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رُعب سے نہ ڈرنا۔ ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق، عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ اُن کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپؐ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقۃً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھا نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے دشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دور ہو گئے آپؐ کا بڑا بھاری خلق جس کو آپؐ نے ثابت کر کے دکھلا دیا وہ خلق تھا جو قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (انعام: ۱۶۳)

یعنی ان کو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے یعنی اُس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور نیز اُس کے بندوں کے آرام دینے کے لئے ہے تا میرے مرنے سے اُن کو زندگی حاصل ہو۔

(اسلامی اُصول کی فلاسفی صفحہ ۱۹۰۔ ۱۹۲)

نیز حضرت امام الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں :

''اور جو اخلاق کرم اور جُود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زُہد اور قناعت اور اعراض عنِ الدنیا کے متعلق تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرتؐ سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گذرا جس کے اخلاق ایسی وضاحتِ تامہ سے روشن ہو گئے ہوں کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے۔ سو آنجناب نے اُن سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی۔ نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی۔ اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دل آزار تھے اُن کو اُن کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت اُن کو دی گئیں، پر آنحضرتؐ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا اور اُس دن سے جو ظہور فرمایا تا اُس دن تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا۔ خالصاً خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔ غرض جُود اور سخاوت اور زُہد اور قناعت اور مردمی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاق فاضلہ ہیں۔ وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہو گی۔۔۔۔۔۔۔ کیونکہ وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک نبی کے لئے متمم اور مکمل ہے۔ اور اس ذاتِ عالی کے ذریعہ سے جو کچھ امر مسیح اور دوسرے نبیوں کا مشتبہ اور مخفی رہا تھا۔ وہ چمک اُٹھا اور خدا نے اس ذات مقدس پر انہیں معنون کر کے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اس وجود باجود پر ختم ہو گئے۔

وھٰذَا فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ

(براہین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۲ حاشیہ نمبر ۱۱)

ہمارے پیارے آقا ومولا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے پیارے محسن حقیقی قادر وتوانا کی رضا حاصل کرنے اور ہر روز اپنی جان پر کھیل جانے کے باوجود دنیا کے سب انسانوں حتّٰی کہ انبیاء کرام کے مقابلہ میں بھی بہترین نمونہ پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا کوئی دن ایسا نہیں چڑھتا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنے کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش نہ کرتے ہوں اور کوئی رات ایسی نہیں آتی تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دل وجان سے اپنے آپ کو اس خدائے ذوالجلال کے حضور حاضر نہ کرتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن آپ کے مشن کو تباہ کرنے کے لئے ہر دم آمادہ نظر آتے تھے جبکہ خداوند کریم حفاظت کے سامان فراہم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کا لوہا دنیا سے منواتا چلا گیا۔ اوراس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کا کیا بیّن ثبوت ہوگا کہ دشمن اپنے منصوبوں اور مکروہ کارناموں سے اسلام کے نور کو بجھانے کی کوششوں میں ناکام رہا اس بارہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محب صادق اور غلام حضرت امام مہدی علیہ السلام کی روح پرور تحریر ملاحظہ فرمائیں:

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پانچ موقعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا اگر آنجناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کئے جاتے۔

(۱) ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے۔

(۲) دوسرا وہ موقعہ تھا جب کہ کافر لوگ اُس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر کے چھپے ہوئے تھے۔

(۳) تیسرا وہ نازک موقعہ تھا جب کہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپ کے گرد محاصرہ کر لیا تھا اور آپ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی

کارگر نہ ہوئی یہ ایک معجزہ تھا۔

(۴) چوتھا وہ موقعہ تھا جب کہ ایک یہودیہ نے آنجناب کو گوشت میں زہر دے دی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اُس کا دیا گیا تھا۔

(۵) پانچویں وہ نہایت خطرناک موقع تھا جب کہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان تمام پرخطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب ہو جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپ صادق تھے اور خدا آپ کے ساتھ تھا۔

(روحانی خزائن جلد ۲۳، چشمۂ معرفت صفحہ ۲۶۳ حاشیہ)

حبیب کبریا حضرت خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بابرکت اور پاکیزہ زندگی کے متعلق بعض باتیں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب میں اختصار کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کے متعلق جو دنیا کے تمام انسانوں سے ممتاز مقام رکھتے تھے اور خداوند کریم نے بھی آپؐ کو اسی لئے یٰسٓ (سب انسانوں کے سردار) رحمۃ للعٰلمین اور رؤف رحیم کے پیارے خطاب عطا کئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی کو اُسوۂ حسنہ قرار دیا تھا۔ لہٰذا یہ ذکر ہمارے لئے ہر طرح خیر و برکت کا موجب ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر چل کر ہم دین و دنیا کی بھلائی بھی حاصل کر سکیں گے۔ اُن میں سے چند باتیں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں:

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا تعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر کام ہی تقویٰ کو مدنظر رکھ کر رضائے الٰہی کے تحت کرنا۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنے اقوال اور احادیث مبارکہ۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت اور ایمانداری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغ حق۔

۶-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رحمۃ للعلمین ہونا۔ اور مخلوق خدا سے شفقت کا سلوک، غرباء اور یتیموں کی خبر گیری۔ اصحاب الصفہ سے پیار کا سلوک۔

۷-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شادیاں کرنا۔ اہل بیت سے مشفقانہ سلوک۔

۸-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رشتہ داروں، عورتوں، ہمسایوں، جانوروں سے حُسن سلوک۔

۹-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت

۱۰-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شجاعت

۱۱-آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دشمنوں سے عفو کا سلوک۔

ان موضوعات میں سے ہر موضوع ایک مستقل اور مفصل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس وقت مختصر طور پر اس بارہ میں کچھ لکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر لحاظ سے جامعیت اور برتری کو پیش کرنا ہے وَھُوَ الْمُرَادُ۔

(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا تعلق

اللہ تعالیٰ سے تعلق کی شہادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کا خواب ہے کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اس کا نام محمد رکھا گیا ہے انہوں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ اُن کے اندر سے ایک چمکتا ہوا نور نکلا ہے جو دور دراز ملکوں میں پھیل گیا ہے دوسری شہادت یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چار سال کے تھے اور جنگل میں اپنے رضاعی بھائیوں سے کھیل رہے تھے کہ دو فرشتے متمثل ہو کر آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ مبارک چاک کر کے اُس میں نور اور ایمان بھرا یہ ایک کشف تھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل اور سینہ کو نور سے بھر دیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے پیارے خالق و مالک سے دل لگالیا اور دنیاوی ہر قسم کے لہو ولعب اور رنگ راگ کی محفلوں سے ہمیشہ دور رہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب تیس سال سے زیادہ ہوئی تو آپؐ کے دل میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی رغبت پہلے سے زیادہ جوش مارنے لگی آخر آپؐ شہر کے لوگوں کی شرارتوں،

بدکاریوں اورخرابیوں سے متنفر ہوکر مکہ سے دوتین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک پتھروں سے بنی ہوئی چھوٹی سی غارِ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگ گئے۔حضرت خدیجہؓ چند دن کی غذا آپ کے لئے تیار کر دیتیں آپ وہ لے کر غارِحرا میں چلے جاتے تھے اور اُن دوتین پتھروں کے اندر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں رات اور دن مصروف رہتے تھے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۱۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدا تعالیٰ سے محبت اور عشق کی داستان حضرت مصلح موعودؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی عشق الٰہی میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے باوجود بہت بڑی جماعتی ذمہ داری کے دن اور رات آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے نصف رات گزرنے پر آپ خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک عبادت کرتے چلے جاتے یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے اور آپ کے دیکھنے والوں کو آپ کی حالت پر رحم آتا تھا حضرت عائشہؓ کہتی ہیں ایک دفعہ میں نے ایسے ہی موقعہ پر کہا یا رسول اللہ آپ تو خدا تعالیٰ کے پہلے ہی مقرب ہیں آپ اپنے نفس کو اتنی تکلیف کیوں دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ جب یہ بات سچی ہے کہ خدا تعالیٰ کا میں مقرب ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کر کے مجھے اپنا قرب عطا فرمایا ہے تو کیا میرا یہ فرض نہیں کہ جتنا ہو سکے میں اُس کا شکریہ ادا کروں کیونکہ آخر شکر احسان کے مقابل پر ہی ہوا کرتا ہے۔

آپ کوئی بڑا کام بغیر اذن الٰہی کے نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ باوجود مکہ کے لوگوں کے شدید ظلموں کے آپ نے مکہ اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل نہ ہوئی اور وحی کے ذریعہ سے آپ کو مکہ چھوڑنے کا حکم نہ دیا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا کا کلام آپ سنتے تو بے اختیار ہو کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے خصوصًا وہ آیات جن میں آپ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔۔۔۔۔۔۔نماز کی پابندی کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ سخت بیماری کی حالت میں جب کہ خدا

تعالیٰ کی طرف سے گھر میں نماز پڑھ لینے اور لیٹ کر پڑھ لینے تک کی بھی اجازت ہوتی ہے آپ سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے آتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شرک سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ وفات کیوقت جب کہ آپ جان کندن کی تکلیف میں مبتلا تھے آپ کبھی دائیں کروٹ لیٹتے اور کبھی بائیں کروٹ لیٹتے اور یہ فرماتے جاتے خدا اُن یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔جب مکہ کے لوگوں نے آپ کے سامنے ہر قسم کی رشوتیں پیش کیں تا آپ بتوں کی تردید کرنا چھوڑ دیں اور آپ کے چچا ابوطالب نے بھی اس امر کی سفارش کی اور کہا کہ اگر تم نے اتنی بات بھی نہ مانی تو میری قوم، اگر میں نے تمہارا ساتھ نہ چھوڑا تو مجھے بھی چھوڑ دے گی تو آپ نے فرمایا اے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو بائیں لا کر کھڑا کر دیں تب بھی میں خدائے واحد کی توحید کو پھیلانے سے نہیں رک سکتا۔ اسی طرح اُحد کے موقعہ پر جب مسلمان زخمی اور پراگندہ حالت میں ایک پہاڑی کے نیچے کھڑے تھے اور دشمن اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ اس خوشی میں نعرے لگا رہا تھا کہ ہم نے مسلمانوں کی طاقت کو توڑ دیا ہے جب ابوسفیان نے کہا اُعْلُ هُبُلْ اُعْلُ هُبُلْ یعنی هبل کی شان بلند ہو یعنی ہبل کی شان د بلند ہو تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جو دشمن کی نظروں سے چھپے کھڑے تھے اور اس چھپنے ہی میں اُن کی خیر تھی حکم دیا کہ جواب دو اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ اللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ اللّٰہ ہی سب سے بلند اور جلال والا ہے اللہ ہی غلبہ اور جلال رکھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۴۰ تا ۲۴۲)

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعویٰ نبوت سے بھی قبل کئی کئی دن گھر سے باہر غارِ حرا میں جا کر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر غور فرماتے اُس کے نام کا ورد کرتے اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ اس عبادت کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مزکی دل انوارِ خداوندی کا مہبط بن گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ جو بڑا علمی ذوق رکھتی تھیں اور نہایت ذہین اور نکتہ رس تھیں۔ فرماتی ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر وقت خدا کا ذکر کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

زبان ہر وقت ذکر سے تر رہتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوتے وقت، پہلو بدلتے وقت، بیدار ہوتے وقت، وضو یا غسل کرتے وقت، لباس بدلتے وقت، گھر سے باہر جاتے وقت، گھر میں آتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، بلندی پر چڑھتے وقت، نئے چاند کو دیکھتے وقت، ہوا کی تیزی کے وقت، بارش کے نزول کے وقت، نیا پھل ملنے پر، بیت الخلاء کو جاتے وقت، بیت الخلاء سے نکلتے وقت، دودھ پیتے وقت، کسی بستی میں داخل ہوتے وقت، بعض مخصوص دُعائیں پڑھتے جو سب کی سب احادیث میں درج ہیں۔ان سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کا یہ پیغمبر ہر آن خدا کی یاد میں محو رہتا تھا۔۔۔۔۔۔اسی لئے آپ کے شدید دشمن بھی کہا کرتے تھے کہ **عشق محمد ربہ** محمد تو اپنے رب کا عاشق ہے۔''

(محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از غلام باری صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت اور خدا پرستی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشق صادق حضرت امام مہدی علیہ السلام نے نہایت روح پرور اور وجد آفرین تقریر فرمائی۔حضور فرماتے ہیں:

''آپؐ کے مبارک ناموں میں ایک سر یہ ہے کہ محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام ہیں اُن میں دو جُدا جُدا کمال ہیں۔محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے۔ مگر احمدؐ کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے وہ اپنے محبوب اور معشوق کی تعریف کرتا رہتا ہے۔اس لئے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح احمدؐ عاشقانہ شان میں ہو کر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے اس میں ایک سر یہ تھا کہ آپؐ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر کر دی گئی۔ایک تو مکی زندگی جو تیرہ برس کے زمانہ کی ہے اور دوسری زندگی جو مدنی زندگی ہے اور وہ دس برس کی ہے۔مکہ کی زندگی میں اسم احمدؐ کی تجلی تھی۔اس وقت آپؐ کی دن رات خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و بکا اور طلبِ استعانت اور دُعا میں گذرتی تھی اگر کوئی شخص آپؐ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ جو تضرع اور زاری

آپؐ نے اس مکی زندگی میں کی ہے وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب ومعشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کر سکے گا پھر آپؐ کی تضرع اپنے لئے نہ تھی بلکہ یہ تضرع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی۔ خدا پرستی کا نام ونشان چونکہ مٹ چکا تھا اور آپؐ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالیٰ میں ایمان رکھ کر ایک لذت اور سرور آچکا تھا اور فطرتًا دنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے اُدھر دنیا کی حالت کو دیکھتے تھے تو اُن کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں اور بڑے مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا غرض دنیا کی اس حالت پر آپؐ گریہ وزاری کرتے تھے اور یہاں تک کرتے تھے کہ قریب تھا کہ جان نکل جاتی اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ**۔ (الشعراء:۴) یہ آپؐ کی متضرعانہ زندگی تھی اور اسمِ احمد کا ظہور تھا اُس وقت آپؐ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسمِ محمدؐ کی تجلی کے وقت ہوا جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے **وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ**۔'' (ابراہیم:۱۶)

(ملفوظات جدید ایڈیشن جلد اوّل صفحہ ۴۲۳)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے پیارے رب کریم سے دنیا کے تمام انسانوں سے بڑھ کر عشق ومحبت کا اظہار کیا اور آسمانی رفعتوں اور بلندیوں کو طے کر کے **فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** (النجم:۹) کے مطابق معراج عبودیت کا وہ مقام حاصل کر لیا اور قرب کے اُس عظیم اور بلندترین مقام پر پہنچے جہاں دنیا کے انسان تو کیا جبریل امین کو بھی پر مارنے کی طاقت نہ تھی۔ **اللّٰھم صل علی محمد و آلِ محمد**

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے نظیر تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوّل المسلمین ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اوروں کی نسبت علوم معرفت الٰہی میں اعلم ہیں یعنی علم اُن کا معارفِ الٰہیہ کے بارے میں سب سے بڑھ کر ہے اس لئے ان کا اسلام بھی سب سے اعلیٰ ہے اور وہ اوّل المسلمین ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زیادت علم کی طرف اس دوسری آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء: ۱۱۴)

یعنی خدا تعالیٰ نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا اور فضل الٰہی سے فیضانِ الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا یعنی تو معارف الٰہیہ اور اسرار اور علوم ربانی میں سب سے بڑھ گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے معطر کیا۔۔۔۔۔۔۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدائے رحمن نے ایسی پیاری مکمل ارفع واتم تعلیم عطا فرمائی جو پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھی بلکہ جب موسیٰؑ جیسے بزرگ نبی کو یہ بشارت ملی کہ اُن کے بعد ایک عظیم الشان نبی آئے گا جو آتشی شریعت لانے والا ہوگا وہ ایسی تعلیم لائے گا جو بے نظیر اور لاثانی

اور لا فانی ہوگی تو موسیٰؑ کے دل میں شوق انگڑائیاں لینے لگا کہ اے خداوند کریم مجھے بھی وہ نور اور تجلی دکھا جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا جائے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ تو اُس جلوہ یا تجلی یا نور یا آتشی شریعت کا بوجھ آپ اور آپ کی قوم نہیں آٹھا سکتے کیونکہ وہ کامل شریعت ہے جسے کامل انسان ہی برداشت کر سکے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کامل تعلیم ملی جو سب پہلی تعلیموں سے اپنی شان میں ارفع و اعلیٰ تھی چونکہ پہلے تمام انبیاء علیہم السلام مختص القوم اور مختص الزمان تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تمام انسانوں کے لئے تھی اور قیامت تک ممتد تھی اس لئے قرآن کریم کی ارفع تعلیم کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت امام الزماں مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ امر قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ (المائدہ: ۴) یعنی آج میں نے قرآن کے اُتارنے اور تکمیل نفوس سے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید جس قدر نازل ہونا تھا نازل ہو چکا اور مستعد دلوں میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی نعمت کو اُن پر پورا کر دیا اور یہی دو رکن ضروری ہیں جو ایک نبی کے آنے کی علت غائی ہوتے ہیں۔ اب دیکھو یہ آیت کس زور شور سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دینِ اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس کامل نہ کیا گیا......... اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھلایا کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جائے اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور بایں ہمہ کفر کو ہر ایک پہلو سے شکست اور اسلام کو ہر ایک پہلو سے فتح ہو۔''

(نور القرآن نمبر ۱ بحوالہ مرزا غلام احمد ۴۶۴)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان اور مدح میں جو لفظ خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا شدہ تعلیم خاتم الکتب ہے۔ اُس کی خوبیوں اور فضیلت کو حضرت امام مہدی علیہ السلام نے ان روح پرور اور وجد آفریں الفاظ میں بیان فرمایا:

''خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اُس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اُصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمالِ باطنی اس شخص کا ہوتا ہے اُسی قدر قوت اور شوکت اُس کلام کی ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اُس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی استعداد اور قوتِ قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا۔ کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجازِ کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں اُن سب کے اعتبار سے آپؐ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم کیا باعتبار کمالات تعلیم، کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اُسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم، خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن

شریف میں موجود ہیں۔غرض کسی رنگ میں دیکھو، یہ معجزہ ہے۔''

(ملفوظات جدید ایڈیشن جلد دوم صفحہ ۲۶، ۲۷)

نیز فرمایا:

''قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اوّل مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا اُس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔۔۔۔۔۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا اس لئے آپؐ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رُتبہ کا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اس ہمت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ آپؐ کی دعوت کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کے لئے نہ تھی جیسے آپؐ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی۔ بلکہ آپ کے لئے فرمایا گیا اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف:۱۵۹) اور مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔(الانبیاء:۱۰۸)

جس شخص کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا۔اس کا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔اِس وقت اگر کسی کو قرآن شریف کی کوئی آیت بھی الہام ہو تو ہمارا یہ اعتقاد ہے کے اس کے اس الہام میں اتنا دائرہ وسیع نہیں ہوگا جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہے۔

(ملفوظات جدید ایڈیشن جلد دوم صفحہ ۴۰،۴۱)

یا نبی اللہ توئی خورشید رہ ہائے ھُدیٰ
بے تو ناآرد رو برا ہے عارف پرہیزگار
یا نبی اللہ لبِ تو چشمہ جاں پروراست
یا نبی اللہ تو ئی درراہ حق آموزگار

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵)

(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے اپنے اقوال اور احادیث مبارکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر قول جو احادیث مبارکہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے وہ تمام کا تمام قرآن حکیم کی تفسیر پر مشتمل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن تمام امور کو جو خداوند کریم نے اپنے پاک کلام میں اجمالی طور پر بیان فرما دیئے تھے اُن کو اپنی سنت یعنی پاکیزہ عمل کے ذریعہ اور اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے سامنے بیان کر کے قیامت تک کے لئے ایسا ذخیرہ دنیا کو دیا ہے کہ نہ کسی نبی نے ایسی جامع اور مکمل تعلیمات دیں اور نہ ہی آئندہ اس پاکیزہ تعلیم کے علاوہ اب کسی نئی تعلیم کی ضرورت باقی رہی۔ آپ کی پاکیزہ ارفع و اعلیٰ تعلیم انسانیت کی ضرورت کے مطابق دونوں زبردست پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ یعنی تعظیم لِاَمرِ اللہ اور شفقت علی خلق اللہ۔ اور ہزاروں احادیث مبارکہ موجود ہیں اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم ہمیں اپنے خالق و مالک حقیقی سے کامل روحانی تعلق پیدا کرنے کے تمام ذرائع بتلاتی ہے اور اُس کی خوشنودی حاصل کر کے ہی ہم انسانیت کے دائرہ میں رہ سکتے ہیں۔ رِضْوَانٌ مِنَ اللّٰہِ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہی انسانی زندگی کا بنیادی مقصد ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا تب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب ہم اُس کی وحدانیت پر کامل ایمان لا کر اعمال صالحہ بجا لاویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم کی پاکیزہ تعلیم نے صحابہؓ پر ایسا اثر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشق صادق امام مہدی علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا:

جَاءُ وْکَ مَنْھُوْبِیْنَ کَالْعُرْیَانِ

فَسَتَرْتَھُمْ بِمَلَاحِفِ الْاِیْمَانِ

صَادَفْتَھُمْ قَوْمًا کَرَوْثٍ ذِلَّةً

فَجَعَلْتَھُمْ کَسَبِیْکَةِ الْعِقْیَانِ

(القصیدہ صفحہ ۱۶)

ترجمہ: ''وہ آپ کے پاس لٹے پٹے اور روحانی لحاظ سے ننگے لوگوں کی مانند آئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو ایمان وتقویٰ کے لحاف اور چادریں اوڑھا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عربوں کو اُن کے گناہوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے گوبر کی مانند ذلیل قوم پایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی قوت قدسیہ سے اُن کو خالص سونے کی ڈلی مانند بنا دیا۔''

ایک اور حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کی ایک ہلکی سی جھلک اس طرح دکھائی گئی ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اے بادشاہ! ہمارا یہ حال ہے کہ ہم جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں رہ رہے تھے ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے گندی فحش باتیں بکتے تھے مُردار کھایا کرتے تھے ہم میں کوئی انسانیت کی خوبی نہ تھی خداوند تعالیٰ نے جس کا فضل تمام جہان پر چھایا ہوا ہے محمدؐ کو (اس پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو) ہمارے لئے رسول کر کے بھیجا۔ اُس کی شرافت نسب اور راست گفتاری، صفا باطنی اور دیانت داری سے ہم خوب آگاہ ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی اور وہ اللہ کا پیغام لے کر ہمارے پاس آیا کہ صرف ایک خدا پر ایمان رکھو اور اس کی صفات اور ذات میں اور کسی کو شریک مت کرو۔ اور بتوں کی پرستش مت کرو راست گفتاری اپنا شعار ٹھہراؤ امانت میں کبھی خیانت نہ کرو۔ اپنے تمام ابنائے جنس سے ہمدردی رکھو۔ پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔

عورت ذات کی قدر کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ پاکیزگی اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ خدا کی عبادت کرو اُس کی یاد میں کھانا پینا تک بھول جاؤ راہِ خدا میں غریبوں کی مدد کے لئے خیرات کرو۔

(صفحہ نمبر ۲۳۲ شانِ محمدؐ حصہ اوّل)

یہ تو ہوئی وہ تعلیم جو ابتداء میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے تئیس (۲۳) سالہ دورِ نبوت میں اپنی اُمّت کو وہ تعلیم دی جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور دنیا میں کسی نبی کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کا نور اور روشنی تمام جہانوں کے لئے ہدایت، رہنمائی اور رحمت و برکت کا موجب ہوئی۔

چنانچہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے فرمایا:

روشنی ازوے بہر قومے رسید

نور اُو رخشید بر ہر کشورے

امی و در علم و حکمت بے نظیر

زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

آں شراب معرفت دادش خدا

کز شعاعش خیرہ شد ہر اخترے

(براہین احمدیہ حصہ اوّل روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۸، ۱۹)

ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ تعلیم اس قدر جامع اکمل اور اتم تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی روشنی کا نور دنیا کی ہر قوم کو منور کر گیا اور آپ کی محبت بھری تعلیم کا نور دنیا کی ہر مملکت اور ہر شہر میں خوشبو کی طرح پھیل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خود امی تھے لیکن آپ کی تعلیم علم اور حکمت کے خزانوں سے پر تھی اور ایسی بے نظیر تھی کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدائے رحیم و کریم نے اپنی معرفت کی ایسی بہترین اور اکمل ترین شراب پلائی جس کی شعاعوں سے دنیا کے تمام چاند ستارے بھی ماند پڑ گئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا:

آفتابِ ہر زمین و ہر زمان

رہبر ہر اسود و ہر احمرے

(براہین احمدیہ حصہ اوّل روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۱۹)

کہ ہمارے پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم ہر کالے اور گورے کے لئے رہنمائی اور ہدایت کا موجب ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی صداقت، ایمانداری اور اخلاقِ فاضلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صدیق اور امین ہونا تو اس سے قبل پیش کیا جا چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے خدا نے آپ کو سندِ خوشنودی عطا فرمادی کہ اے ہمارے محبوب اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم: ۵) یقینا یقینا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ دنیا کی سب سے عظیم المرتبت شخصیت ہیں جو اپنے اخلاق فاضلہ اور اخلاق کریمانہ میں دنیا کے ہر انسان سے سبقت لے گئے ہیں آپ کے اخلاق فاضلہ کی عظمت کی خدا تعالیٰ بھی تعریف کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم اخلاق کو پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اُس کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ خدائے ذوالجلال نے قرآن حکیم میں جن جن اخلاق حسنہ کو اپنانے کا حکم دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہایت احسن طریقہ سے اپنے پیارے رب کے احکام کو عملی جامہ پہنایا اور ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ ایک انسان بھی ایسے عظیم اخلاق کا مالک ہوسکتا ہے۔ اس جدید مادی دنیا میں بھی ایک غیر قوم کے شخص نے دنیا کے ۱۰۱ بڑے انسان کتاب میں ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہلے نمبر پر رکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے افضل انسان قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی بھی آپ کے اخلاق کے بارے میں ملاحظہ ہو۔
حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیوی حضرت عائشہؓ تیرہ چودہ سال کی عمر میں آپؐ سے بیاہی گئیں اور کوئی سات سال کا عرصہ آپؐ کی صحبت میں رہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اُن کی عمر ۲۱ سال کی تھی اور وہ پڑھی لکھی بھی نہیں تھیں لیکن باوجود اس کے اُن پر یہ فلسفہ روشن تھا ایک دفعہ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق تو کچھ فرمایئے تو آپ نے فرمایا کَانَ خُلُقُهٗ کُلُّهُ الْقُرْاٰنَ (بخاری) یعنی آپؐ کے اخلاق کا کیا پوچھتے ہو جو کچھ آپؐ کہا کرتے تھے انہی باتوں کا قرآن کریم میں حکم ہے اور قرآن کی لفظی تعلیم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عمل سے جداگانہ نہیں ہے ہر خُلق جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اُس پر آپؐ کا عمل تھا اور ہر عمل جو آپؐ کرتے تھے اُسی کی قرآن کریم میں تعلیم ہے یہ کیسی لطیف بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اتنے وسیع اور اتنے اعلیٰ تھے کہ ایک نوجوان لڑکی جو تعلیم یافتہ بھی نہیں تھی اُس کی توجہ کو بھی اس حد تک پھرانے میں کامیاب ہو گئے کہ ہندو، یہودی اور مسیحی فلسفی جس امر کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس امر کی حقیقت کو پا گئیں اور ایک چھوٹے سے فقرہ میں آپ نے یہ لطیف فلسفہ بیان کر دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک راستباز اور مخلص انسان دنیا کو ایک تعلیم دے اور پھر اس پر عمل نہ کرے یا خود ایک نیکی پر عمل کرے اور دنیا سے اسے چھپائے۔ اس لئے تمہیں محمد رسول اللہ سلم کے اخلاق معلوم کرنے کے لئے کسی تاریخ کی ضرورت نہیں وہ ایک راستباز اور مخلص انسان تھے جو کہتے تھے وہ کرتے تھے اور جو کرتے تھے وہ کہتے تھے ہم نے اُن کو دیکھا اور قرآن کریم کو سمجھ لیا۔ تم جو بعد میں آئے ہو قرآن پڑھو اور محمد رسول اللہ کو سمجھ لو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق فاضلہ کے بارے میں حضرت امام مہدی علیہ

السلام کی ایک تحریر پیش کی جا چکی ہے۔ آپ علیہ السلام ہی کی ایک دوسری روح پرور اور وجد آفریں تحریر ملاحظہ ہو۔ حضور فرماتے ہیں:

''جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہیں جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم: ۵) تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اُس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفسِ محمدی میں موجود ہیں سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۰۶ حاشیہ نمبر ۳)

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق فاضلہ کی ایک اور شاندار دلیل یہ بھی دی اور فرمایا:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جس قدر اخلاق ثابت ہوئے ہیں وہ کسی اور نبی کے نہیں کیونکہ اخلاق کے اظہار کے لئے جب تک موقعہ نہ ملے کوئی خلق خلاق ثابت نہیں ہوسکتا۔ مثلاً سخاوت ہے لیکن اگر روپیہ نہ ہو تو اس کا ظہور کیونکر ہو۔ ایسا ہی کسی کو لڑائی کا موقع نہ ملے تو شجاعت کیونکر ثابت ہو۔ ایسا ہی عفو، اس صفت کو وہ ظاہر کرسکتا ہے جسے اقتدار حاصل ہو۔ غرض سب خلق موقع سے وابستہ ہیں اب سمجھنا چاہئے کہ یہ کس قدر خدا کے فضل کی بات ہے کہ آپؐ کو تمام اخلاق کے اظہار کے موقعے ملے۔''

(الحکم ۳۱/ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۷، ۸)

نیز فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمیع اخلاق کے متمم ہیں اور اس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کا قائم کیا ہے۔(شان محمد صفحہ ۵۷)

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝ (سورۃ العلق ۲۔۶)

ترجمہ: اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے (سب اشیاء کو) پیدا کیا اور جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پھر ہم کہتے ہیں قرآن کو پڑھ کر سناتا رہ کیونکہ تیرا رب بڑا کریم ہے۔ وہ رب جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا (ہے اور آئندہ بھی سکھائے گا)۔

(۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا دنیا کو پیغام حق پہنچانا

ا۔ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

ترجمہ: اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کلام بھی تجھ پر اتارا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔

(المائدہ:۶۸ تفسیر صغیر صفحہ ۱۹۴)

ب۔ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جس بات کے پہنچانے کا تجھے حکم دیا جاتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو بتا دے۔

(الحجر:۹۵ تفسیر صغیر صفحہ ۴۲۸)

ج۔ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ ۔

اور ہم نے تجھ پر یہ کامل ذکر نازل کیا ہے تا کہ تو لوگوں کو اس فرمان الٰہی سے آگاہ کرے جو تیری طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل:۴۵)

د۔ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ

اَحۡسَنُ۔

ترجمہ: اے رسول! تو لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ اپنے رب کی طرف بلا اور اچھے طریق کے مطابق اُن سے بحث کر۔

(النحل: ۱۲۶ تفسیر صغیر صفحہ ۴۵۱)

ر- فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِیۡنَ وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا ۔

پس ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر کے اتارا ہے۔ تو اس کے ذریعہ متقیوں کو بشارت دے اور اس کے ذریعہ سے جھگڑالو قوم کو ہوشیار کر۔

(مریم: ۹۸ تفسیر صغیر صفحہ ۵۰۸)

س- وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا كَبِیۡرًا۔

اور اس قرآن کے ذریعہ اُن سے بڑا جہاد کر۔

(الفرقان: ۵۳ تفسیر صغیر صفحہ ۵۹۱)

ش- لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ۔

ترجمہ: اللہ نے مومنوں میں ایک ایسا رسول بھیج کر جو انہیں اس کے نشان پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً اُن پر احسان کیا ہے اور وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

(ال عمران: ۱۶۵ تفسیر صغیر صفحہ ۱۲۷

ص- لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ۔

ترجمہ: تا کہ تو اُس قوم کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادوں کو ہوشیار نہیں کیا گیا اور وہ غافل پڑے تھے۔ (یٰس: ۷ تفسیر صغیر صفحہ ۷۲۵)

ض- اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ..............

اس کتاب(یعنی قرآن)میں سے جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اُسے پڑھ۔(العنکبوت:۴۶ تفسیر صغیر صفحہ ۶۵۸)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔

ترجمہ: وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے فرقان اپنے بندے پر اتارا ہے تاکہ سب جہانوں کے لئے ہوشیار کرنے والا بنے۔(الفرقان:۲ تفسیر صغیر صفحہ ۵۸۴)

ظ- یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ۔

ترجمہ: اے بارانی کوٹ پہن کر کھڑے ہونے والے، کھڑا ہو جا اور دور دور جا کے لوگوں کو ہوشیار کر۔(المدثر:۲ تا ۳ تفسیر صغیر صفحہ ۹۷۹)

ع- وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔

ترجمہ: اور تو (سب سے پہلے) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔(الشعراء:۲۱۵ تفسیر صغیر صفحہ ۶۱۴)

غ- فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝

ترجمہ: پس نصیحت کر کہ تُو تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔(الغاشیہ:۲۲ تفسیر صغیر صفحہ ۱۰۳۲)

ف- فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتُ۔

ترجمہ: پس (تو اسی دین کی طرف) لوگوں کو پکار اور تو (اسی طرح دین پر) استقلال سے قائم رہ جس طرح تجھے کہا گیا ہے۔(الشوریٰ:۱۶ تفسیر صغیر صفحہ ۸۰۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بحیثیت داعی الی اللہ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

(الاحزاب:٦ ٤٧-٤)

ترجمہ: ''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم نے تجھ کو اس حال میں بھیجا ہے کہ تو دنیا کا نگران بھی ہے مومنوں کو خوشخبری دینے والا بھی ہے اور (کافروں کو) ڈرانے والا بھی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کی طرف بلانے والا اور ایک چمکتا ہوا سورج بنا کر (بھیجا) ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ:٦٨)

ترجمہ: ''اے رسولؐ! تیرے رب کی طرف سے جو (کلام بھی) تجھ پر اُتارا گیا ہے اُسے (لوگوں تک) پہنچا اور اگر تو نے (ایسا) نہ کیا تو (گویا) تو نے اُس کا پیغام (بالکل) نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں (کے حملوں) سے محفوظ رکھے گا''

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

(درِّ عدن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سب سے بڑا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا کو پہنچانا تھا تا کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کیا اور خدائے رحمن و رحیم کی عنایات اور تفضلات کے مورد بنے۔ اسی طرح اُس کی مخلوق بھی حسب مراتب خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے اور اُس کا قرب حاصل کرنے اور پیار و محبت کا تعلق قائم کرنے کی راہیں اُنہیں معلوم ہو

جائیں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اُس کے تفضلات کا مورد بن سکیں چنانچہ خدائے رحمن کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہلی بابرکت اور پر معارف وحی جس کا نزول غارِ حرا میں ہوا اُس میں دنیا کی رہنمائی نجات اور فلاح و بہبود کے لئے خدائے ذوالجلال کے حکم سے فرشتہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سورۃ العلق کی پانچ آیات کریمہ پڑھائیں جن میں نہایت ہی پر حکمت ارشادات ربانی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً:

1-اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے پیارے خالق و مالک حقیقی کا پیغام جو قرآن مجید کی پاکیزہ ارفع و اعلیٰ اور مکمل تعلیم کی شکل میں دیا جارہا تھا۔ دنیا کو پہنچانے کا حکم تھا اور تیرا رب کہہ کر اپنے پیار و محبت کا اظہار بھی فرمایا کہ یہ ساری کائنات ہم نے تیرے لئے ہی مسخر کی ہے جیسا کہ حدیث قدسی ہے لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۹ مطبوعہ دہلی)

2-خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اس آیت کریمہ میں علق کے لفظ سے رب العالمین نے انسان کی پیدائش میں اپنے خالق حقیقی کی محبت و پیار اور قرب و تعلق حاصل کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے تاکہ انسان ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کی صفات پر غور کر کے اپنے رب کریم کی حمد کے ترانے گائے الحمدللہ رب العالمین اور اُس کی صفات حسنہ کا مظہر بننے کی پوری پوری کوشش کر کے اُس کی رضامندی کی جنت کو حاصل کرے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔

3-اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ۔ اس آیت کریمہ میں قرآن حکیم کی ارفع و اعلیٰ بینظیر اور لاثانی ولافانی پاکیزہ تعلیم کو رب کریم کے حکم اور اُس کے فضل و رحم کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے جس کے لئے نئے سے نئے سامان خداوند کریم نے مہیا فرمانے کا اشارہ اگلی آیت کریمہ میں فرمادیا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تشریح حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح فرمائی ہے۔ یعنی جتنا تو قرآن پڑھ کر لوگوں کو سنائے گا اُتنا ہی تیرے رب کا شرف اور انسان کا شرف ظاہر ہوگا۔

(حاشیہ تفسیر صغیر صفحہ ۱۰۴۸ مطبوعہ ۲۰۰۶ قادیان)

4-اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ اس آیت کریمہ میں اللہ جلّ شانہ نے پیشگوئی فرمائی کہ اب قرآنی علوم قلم کے ذریعہ سے دنیا میں اشاعت پذیر ہوں گے اور قرآنی انوار اور علوم و معارف کا وہ بحر ذخار جس کے لئے سات سمندروں کی سیاہی اور تمام روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بھی ناکافی ہوں گی خواہ سات سمندر سیاہی کے اور بھی ملا دیئے جائیں اس کے روئے زمین پر پھیلا دینے کے لئے ایسے نئے سے نئے سامان اور ایسی ایسی ایجادات کرنے کی انسان کو صلاحیت بخشے گا کہ دنیا حیرت میں پڑ جائے گی اور اُس دن رب رحمن و رحیم کے خاص فضل و کرم سے یہ نظارہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔

"یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَاعِوَجَ لَہٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ (طٰہٰ:۱۰۹ تفسیر صغیر صفحہ ۵۲۲)

ترجمہ: اُس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے چل پڑیں گے جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہ ہوگی پس تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سنے گا۔

اور وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔ (الزمر:۷۰ تفسیر صغیر صفحہ ۷۷۲)

ترجمہ: اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔

اور قرآن کریم کا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (التکویر:۲۸ تفسیر صغیر صفحہ ۱۰۱۲)

یعنی دنیا کے لئے عزت اور شرف کا موجب ہونا اور خدا تعالیٰ سے تعلق کے لئے یہی واحد راستہ ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔ نیز قرآن حکیم کا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (الطارق:۱۴) یعنی یقیناً قطعی اور آخری بات (جو کہ علم و حکمت کے خزائن سے پُر ہے) ثابت ہو جائے گا۔

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ کے بارہ میں ہی دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ ۔ (التکویر:۱۱ تفسیر صغیر صفحہ ۱۰۱۱)

چنانچہ دیکھ لیجئے قرآن کریم کی اور اسلام کی اشاعت میں ریل/تار/ڈاک/ہوائی جہاز/بحری جہاز/ریڈیو/وائرلیس/ٹیلی ویژن/ٹیپ ریکارڈر/کمپیوٹر اور قسم قسم کے جدید پریس اور فوٹو گرافی وغیرہ لگے ہوئے ہیں اور خدا جانے مزید ابھی کون کون سی نئی نئی ایجادات ظہور پذیر ہوں گی۔

5-عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ۔ اس آیت کریمہ میں بھی اللہ جلّ شانہ نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ ہم قرآن حکیم کے ذریعہ سے انسان کو وہ کچھ سکھلائیں گے جو آج تک اُس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا اور نہ ہی کسی شریعت یا کسی دنیاوی علم کے ذریعہ سے ایسی پرحکمت باتیں سکھلائی گئی تھیں چنانچہ قرآن حکیم میں ہر قسم کے علوم اعلیٰ ارفع اور اکمل طور پر بیان ہوئے ہیں جن کا پہلی کتب میں ذکر بھی نہیں ملتا اس سے قرآن حکیم کی عظمت بھی ظاہر ہوگی اور دوسری سب تعلیموں پر فضیلت بھی ثابت ہوگی۔ پس اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ:۴) کہہ کر یہ بات دنیا پر روزِ روشن کی طرح آشکار بھی کردی کہ ہماری پیشگوئی پوری بھی ہوگی اور ہم نے مکمل نظام شریعت یعنی اسلام کی نعمت قرآن کریم کے ذریعہ سے تمہیں عطا فرما دیا۔ اور علوم وحکمت کے وہ خزائن جو رہتی دنیا تک کے لئے انسان کے لئے ضروری تھے قرآن کریم کے ذریعہ عطا کر دیئے گئے اور مُطَّھَرُ وْن کے ذریعہ سے اُن کی پاکیزہ تشریحات باذنہٖ تعالیٰ دنیا میں ظاہر ہوتی رہیں گی۔

مندرجہ بالا پانچ آیات کریمہ کے ذریعہ سے جن انوار و برکات کے دنیا میں ظاہر ہونے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسلام کی جو جامع تعلیم عطا کئے جانے کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو لطیف تفسیر اور تشریح تحریر کی ہے قابل ذکر ہے۔ اُس کے کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدائے رحمن نے پہلی وحی میں ہی کن پاکیزہ علوم سے نوازتے ہوئے اپنا پیغام دنیا میں پہنچانے کی بھاری ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپرد کی تھی۔

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ پہلی رحمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا اور پہلی نعمت ہے جس سے اُس نے اپنے فضل سے اُنہیں حصہ عطا فرمایا پس اس سورۃ کی ابتدائی آیات اس لحاظ سے خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں کہ یہ قرآن کریم کے لئے بمنزلہ بیج اور گٹھلی کے ہیں اور ان آیات کے نزول کے بعد باقی قرآن نازل ہوا ہے یوں تو سارا قرآن ہی اہمیت رکھتا ہے مگر

جذباتی طور پر: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ ایسی اہمیت رکھنے والی آیات ہیں کہ جب انسان ان کو پڑھتا ہے اُس کے جسم پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے اور وہ کہتا ہے یہ وہ آیات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرآن سے روشناس کرایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو اللہ تعالیٰ کا وہ آخری کلام جس کے ذریعہ دنیا قیامت تک ہدایت پاتی رہے گی، جس کے ذریعہ انسانی پیدائش کا مقصد پورا ہوا۔ جس کے ذریعہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا جس کے ذریعہ خالق اور مخلوق کا تعلق آپس میں قائم کیا گیا اُس کی بنیاد جن آیات پر ہے ان کی اہمیت اور عظمت سے کون شخص انکار کرسکتا ہے جس طرح میاں بیوی شوق سے باہم ذکر کرتے ہیں کہ ہمارا نکاح کس طرح ہوا یا دوست شوق سے یہ ذکر کرتے ہیں کہ ہماری دوستی کا آغاز کس طرح ہوا اسی طرح اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ وہ الفاظ ہیں جن کو پڑھتے ہی انسان کا دل فرطِ محبت سے اچھلنے لگتا ہے اُس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوجاتی ہے، اُس کے خوابیدہ جذبات میں ایک حرکت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ کہتا ہے یہ وہ آیات ہیں جن کے ذریعہ مجھے اپنے رب کا وصال حاصل ہوا۔ جن کے ذریعہ انسان اور خدا کا باہمی رشتہ جوڑا گیا اور دوستی کا وہ آخری مرحلہ قائم کیا گیا جو خدا اور بندے کے درمیان ہونا چاہئے۔''

(تفسیر کبیر جلد نہم ۲۲۶)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کی تفسیر میں حضور فرماتے ہیں:

''اِقْرَأْ وہ پہلا لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا اور جس میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی بعض عظیم الشان پیشگوئیوں کا اعلان کردیا گیا۔ اِقْرَأْ کے اصل معنی گو کسی لکھی ہوئی چیز کے پڑھنے کے ہیں مگر اس کے ایک معنی اعلان کرنے کے بھی ہیں اور یہ دونوں معنے ایسے ہیں جو اس مقام پر نہایت عمدگی کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں۔ اگر اِقْرَأْ کے معنی اعلان کرنے کے لئے جائیں تو اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کے یہ معنے ہوں گے کہ تو اس کتاب کا اعلان اپنے اُس رب کے نام کے ساتھ کر جس نے تجھے پیدا کیا۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس میں پہلے دن ہی یہ خبر دے دی گئی ہے کہ یہ کلام محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی ساری قوموں اور قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۴۹)

پھر فرماتے ہیں:

''لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہلا فقرہ یہی نازل ہوتا ہے کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا کے سامنے اعلان کر اور اُسے بتا کہ اُسے اس کا خالق رب اپنی طرف بلاتا ہے اس طرح پہلے لفظ کے ذریعہ ہی اس حقیقت کو روشن کر دیا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا کے لئے ہے اسود اور احمر اس پیغام کے مخاطب ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض ہے کہ وہ تمام لوگوں تک اس پیغام کو پہنچائیں اور وہ لوگ جو آستانہ الٰہی سے بھٹک چکے ہیں اُن کو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لائیں۔

اِقْرَأْ کے دوسرے معنی کسی لکھی ہوئی چیز کو پڑھنے کے ہوتے ہیں ان معنوں کے لحاظ سے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو لکھی جائے گی اور پھر یہ لکھی ہوئی کتاب بار بار پڑھی جائے گی چنانچہ اگر واقعات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن دنیا میں وہ پہلی کتاب ہے جو ابتدائے نزول کے ساتھ ہی لکھی گئی ہے اس کے علاوہ دنیا میں اور جس قدر الہامی کتابیں پائی جاتی ہیں اُن میں سے کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو نازل ہونے کے وقت ہی لکھ لی گئی ہو صرف قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جس کے متعلق یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اُسے لکھا جائے گا اور اس طرح شروع سے ہی اُس کی حفاظت کا سامان کیا جائے گا اور وہ پیشگوئی حرف بہ حرف پوری بھی ہوگئی۔ (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۴۹-۲۵۰)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ تو اپنے رب کے نام کے ساتھ دنیا میں کھڑا ہو اور اُن سے کہہ کہ مجھے ان باتوں کے پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اگر تم انکار کرو گے تو تم میرا انکار نہیں کرو گے بلکہ خدا کا انکار کرو گے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس کے نام کے ساتھ تمہارے سامنے میں اپنی رسالت کا اعلان کر رہا ہوں گو رَبِّکَ کا لفظ استعمال کر کے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے عقائد کی صحت کا اعلان کیا گیا وہاں بِاسْمِ رَبِّکَ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا بھی اظہار کیا گیا ہے رسول یہی کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا گیا ہے اور میں اُسی کے نام کے ساتھ اپنے دعاوی تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔''

(تفسیر کبیر جلد ۹، صفحہ ۲۵۹)

''غرض پہلی وحی میں ہی بِاسْمِ رَبِّکَ کہہ کر ایک طرف تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کی درستی کا اعلان کر دیا اور دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اعلان کر دیا اور بتا دیا کہ یہ جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ ہماری طرف سے کہتا ہے اس تشریح کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کے یہ معنے ہوں گے کہ تو اپنے اُس رب کے نام کا جس کو صرف تو ہی اس زمانہ میں صحیح طور پر سمجھتا ہے دنیا میں اعلان کر اور لوگوں کو بتا کہ باقی تمام تشریحات رب کی اُس کے مقابل میں باطل ہیں۔ اسی طرح تو دنیا میں اُس تعلیم کا اعلان کر جو ہم تجھ پر نازل کر رہے ہیں کیونکہ یہ تعلیم صرف تیرے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے یہ تعلیم لکھی جائے گی، پڑھی جائے گی اور بار بار پڑھی جائے گی پس تو ایک فرد کی حیثیت سے اس کو نہ پڑھ بلکہ اس حیثیت سے پڑھ کہ خدا نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں یہ تعلیم ساری دنیا کے سامنے پیش کروں ہم تیرے ساتھ ہیں اور ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ تو ہمارا سچا رسول ہے گویا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ میں وہ تمام مفہوم آ گیا جو اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ میں بیان کیا گیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ تو دوسرے الفاظ میں اس کلمہ شہادت کا اعلان کر دیا گیا کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی میں اُس خدائے واحد کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں جس کا علم مجھے حاصل ہے اور جو صحیح اور سچا علم ہے میں اُس کے نام پر تمہیں اُس کی وحدانیت پر ایمان لانے کا پیغام دیتا ہوں اگر تم میری اس بات کو نہیں مانو گے تو اللہ تعالیٰ کے حضور مجرم اور گناہ گار قرار پاؤ گے کیونکہ میں اس کا رسول ہوں اور میں اُس کے نام پر کھڑا ہوا مجھے کہا گیا ہے کہ میں اس تعلیم کو چھپا کر نہ رکھوں بلکہ دنیا میں پھیلاؤں اور ہر فرد کے کان تک اللہ تعالیٰ کی

اس آواز کو پہنچاؤں غرض پہلے دن ہی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کلمہ شہادت کو پوشیدہ رکھ دیا تھا۔ اور بتا دیا تھا کہ تو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا ہے دنیا میں یہ اعلان کر کہ تُو خدا تعالیٰ کا رسول ہے تیرا نظریہ ربوبیت الٰہی ہی سچا نظریہ ہے اور اس کلام کو دنیا تک پہنچانا تیرا فرض ہے۔۔۔۔"

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۵۳)

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"'دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تو اس خدا کا نام لے کر پڑھ جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے یعنی اُس کی اس صفت کو جو پیدائش عالم کا موجب ہے اپنی مدد کے لئے بلا اور اُس سے کہہ کہ یَارَبِّ الَّذِیْ خَلَقْتَ الْخَلْقَ اے میرے رب اگر تو نے مخلوق کو اُس کمال کے لئے پیدا کیا ہے جس کے ظہور کا مجھ سے واسطہ ہے تو پھر اُس مقصد کو پورا کر جس کے لئے تو نے مجھے دنیا میں کھڑا کیا ہے گویا علاوہ پبلک میں اپنی رسالت کاملہ کا اعلان کرنے کے اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ جب تو ہم سے اپنی ترقی کے لئے دعا مانگنے لگے تو ہمیشہ اس طرح مانگ کہ اے خدا جس نے تمام مخلوق کو اس دن کے لئے پیدا کیا تھا میں تجھے تیری اس صفت خلق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جب اس دن کے لئے تو نے ساری دنیا کو پیدا کیا تھا اور اس قدر دیر سے تیرا یہ ارادہ تھا جو اب پورا ہونے لگا ہے تو اب اس وقت میری خاص مدد فرما اور میرے اعلان نبوت میں برکت ڈال۔ غرض ادھر پبلک میں یہ اعلان کر کہ جس مقصد کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے وہ معمولی نہیں بلکہ جس دن سے دنیا پیدا ہوئی ہے اُسی دن سے یہ مقصد اللہ تعالیٰ کے مدِ نظر تھا۔ اُدھر خدا سے یہ دعا مانگ کہ جس مقصد کے لئے تو نے مجھے کھڑا کیا ہے اس میں مجھے کامیابی عطا فرما کیونکہ اگر مجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو سلسلہ مخلوق کا مقصد حقیقی باطل ہو جائے گا اس لئے میں تجھے اُسی صفت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو مخلوق کی پیدائش کا باعث ہوئی کہ تو مجھے کامیاب کر۔ مجھے ناکامی سے بچا کیونکہ میری ناکامی میں تمام مخلوق کی ناکامی ہے۔ اس طرح ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اُس پیغام کی عظمت کو ظاہر کر دیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوا تھا اور دوسری طرف دعا کی قبولیت کا ایک لطیف

طریق اُس نے آپ کو سکھا دیا۔۔۔۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۵۶)

پھر فرمایا:

۔۔۔۔۔۔۔۔۔’’پس اگر اُس صفت کو ملحوظ رکھ کر دعا کی جائے جو دعا کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو تو انسان کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ اسی حکمت کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے یہاں بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کا اضافہ کیا اور فرمایا جب تو دعا مانگنے لگے تو اس رنگ میں دعا مانگ کہ اے خدا جس نے پیدائش عالم سے میری بعثت کو اپنی دنیا کا مقصد قرار دیا ہوا ہے میں تجھ سے اسی ارادہ کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے کامیاب کر۔ اگر تو اس رنگ میں دعا مانگے گا تو تیری دعا بہت جلد قبول ہوگی اور تو قلیل سے قلیل عرصہ میں اپنے مقاصد کو حاصل کرلے گا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۶۹)

حضورؓ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔۔۔’’اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تو رسول ہونے کی حیثیت سے اس کام کو شروع کر ہماری تائید تیرے ساتھ ہوگی اور ہماری نصرت تیرے شامل حال ہوگی۔ پس باوجود اس حقیقت کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کا مقصود تھے اور پیدائش عالم کے روحانی ارتقاء کا آخری نقطہ صرف آپ کی ذات تھی پھر بھی ان الفاظ کی زیادتی بلا وجہ نہیں کی گئی بلکہ ان میں بہت بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ کہہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا گیا ہے اور آپ کو کہا گیا ہے کہ تو ہمارے نام کیساتھ دنیا کو یہ پیغام سنا جو لوگ تجھ پر ایمان لائیں گے اُنہیں میری رضا حاصل ہوگی اور جو انکار کریں گے وہ میرے عذاب کا نشانہ بنیں گے۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۶۸-۲۶۹)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ کی تفسیر کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔۔۔۔’’پس تعلق کا کمال دنیا میں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا ہے اور تعلق پیدا کرنے والی تعلیم کا کمال قرآن کریم نے پیش کیا ہے کہ اُس کے لفظ لفظ اور حرف

حرف سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کا عشق پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہو رہا ہے دشمن سے دشمن عیسائیوں کی کتابیں جب ہم پڑھتے ہیں تو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی محبت پر جتنا زور قرآن کریم نے دیا ہے اتنا زور دنیا کی اور کسی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ کوئی صفحہ اُٹھا کر دیکھ لو اُس میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آئے گا اور بات بات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ کیا جائے گا اور یہ کیفیت کسی ایک سورۃ یا ایک پارہ سے مخصوص نہیں۔ بسم اللہ سے لے کر والناس تک قرآن کریم پڑھ جاؤ اُس کا کوئی صفحہ ایسا نظر نہیں آئے گا جس میں بار بار اللہ تعالیٰ کا نام نہ آتا ہو اور بار بار اللہ تعالیٰ کی محبت پر زور نہ دیا گیا ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲٦۸)

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کے بارہ میں حضور فرماتے ہیں:

--------۔ ''پھر علم بالقلم کے ایک یہ معنے بھی ہیں کہ قرآن کریم کے ذریعہ آئندہ سارے علوم دنیا میں پھیلیں گے چنانچہ آج جس قدر علوم نظر آتے ہیں یہ سب قرآن کریم کے طفیل معرض وجود میں آئے ہیں۔'' (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۷۱)

اور پھر **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ تمام علوم کی تکمیل قرآن کریم کے ذریعہ کرے گا--------۔ اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان نہایت ہی مختصر مگر جامع الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کہ **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ** یعنی قرآن اور اسلام کے ذریعہ دنیا کو وہ علوم سکھائے جائیں گے جو اس سے پہلے اُس کے خواب وخیال میں بھی نہیں آئے۔'' (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۲۷۵)

ان آیات کریمہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ دیباچہ تفسیر القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس موقعہ پر ان آیتوں کا اس لئے ذکر کر دیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ ایک اہم واقعہ ہے اور قرآن کریم کے لئے یہ آیات ایک بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ کلام نازل ہوا تو آپ کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ

کیا مَیں خدا تعالیٰ کی اتنی بڑی ذمہ واری ادا کرسکوں گا؟ کوئی اور ہوتا تو کبر اور غرور سے اس کا دماغ پھر جاتا کہ خدائے قادر نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کام کرنا جانتے تھے۔ کام پر اترانا نہیں جانتے تھے۔ آپ اس الہام کے بعد حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے۔ آپؐ کا چہرہ اترا ہوا تھا اور گھبراہٹ کے آثار ظاہر تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا آخر ہوا کیا؟ آپؐ نے سارا واقعہ سنایا اور فرمایا میرے جیسا کمزور انسان اس بوجھ کو کس طرح اُٹھا سکے گا حضرت خدیجہؓ نے کہا **کلاَّ واللہ ما یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم و تحمل الکلّ وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علیٰ نوائب الحق** (بخاری باب بدءالوحی)۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خدا کی قسم یہ کلام خدا تعالیٰ نے اس لئے آپ پر نازل نہیں کیا کہ آپ ناکام اور نامراد ہوں اور خدا آپ کا ساتھ چھوڑ دے۔ خدا تعالیٰ ایسا کب کرسکتا ہے آپ تو وہ ہیں کہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں اور بے کس اور بے مددگار لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں وہ اخلاق جو ملک سے مٹ چکے تھے وہ آپ کی ذات کے ذریعہ سے دوبارہ قائم ہو رہے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور سچی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں کیا ایسے انسان کو خدا تعالیٰ ابتلاء میں ڈال سکتا ہے؟ پھر وہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہؓ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی ہو چکے تھے اُنہوں نے جب یہ واقعہ سنا تو بے اختیار بول اُٹھے آپ پر وہی فرشتہ نازل ہوا ہے جو موسیؑ پر نازل ہوا تھا۔ گویا استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا۔ جب اس بات کی خبر زیدؓ آپ کے آزاد کردہ غلام کو جو اس وقت کائی پچیس تیس سال کے تھے اور علیؓ آپ کے چچا کے بیٹے کو جن کی عمر اُس وقت گیارہ سال کی تھی پہنچی تو دونوں آپؐ پر فوراً ایمان لے آئے۔
(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴)

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ بھی فوراً ایمان لے آئے۔

حضرت مصلح موعودؓ مزید تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ایک چھوٹی سی جماعت تھی جس سے اسلام کی بنیاد پڑی ایک عورت کہ بڑھاپے کو پہنچ رہی تھی۔ ایک گیارہ سالہ بچہ، ایک جوان آزاد کردہ غلام بے وطن اور غیروں میں رہنے والا جس کی

پشت پر کوئی نہ تھا۔ ایک نوجوان دوست اور ایک مدعی الہام۔ یہ چھوٹا سا قافلہ تھا جو دنیا میں نور پھیلانے کے لئے کفر وضلالت کے میدان کی طرف نکلا۔ لوگوں نے جب یہ باتیں سنیں اُنہوں نے قہقہے لگائے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو آنکھیں ماریں اور نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے کو جتایا کہ یہ لوگ مجنون ہو گئے ہیں ان کی باتوں سے گھبراؤ نہیں، بلکہ سنو اور مزہ اُٹھاؤ مگر حق اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر ہونا شروع ہوا۔ اور یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کے مطابق ''حکم پر حکم، حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون'' (باب ۲۸، آیت ۱۳) ہوتا گیا۔ ''تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں'' اور ''ایک اجنبی زبان'' سے جس سے عرب پہلے نا آشنا تھے خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عربوں سے باتیں کرنی شروع کیں۔ نوجوانوں کے دل لرزنے لگے۔ صداقت کے متلاشیوں کے جسموں پر کپکپی پیدا ہوئی۔ اُن کی ہنسی اور ٹھٹھے اور استہزاء کی آوازوں میں پسندیدگی اور تحسین کے کلمات بھی آہستہ آہستہ بلند ہونے شروع ہوئے۔ غلاموں، نوجوانوں اور مظلوم عورتوں کا ایک جتھا آپ کے گرد جمع ہونے لگ گیا کیونکہ آپ کی آواز میں عورتیں اپنے حقوق کی دادرسی دیکھ رہی تھیں غلام اپنی آزادی کا اعلان سن رہے تھے، نوجوان بڑی بڑی اُمیدوں اور ترقیوں کے راستے کھلتے ہوئے محسوس کر رہے تھے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵)

''جب مخالفت تیز ہوگئی اور ادھر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے اصرار سے مکہ والوں کو خدا تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچانا شروع کیا کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا خدا ایک ہے، اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ جس قدر نبی گزرے ہیں سب ہی اُس کی توحید کا اقرار کیا کرتے تھے اور اپنے ہم قوموں کو بھی اسی تعلیم کی طرف بلایا کرتے تھے۔ تم خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ ان پتھر کے بتوں کو چھوڑ دو کہ یہ بالکل بیکار ہیں اور ان میں کوئی طاقت نہیں۔ اے مکہ والو! کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کے سامنے جو نذر و نیاز رکھی جاتی ہے اگر اُس پر مکھیوں کا جھرمٹ آ بیٹھے تو وہ ان مکھیوں کو اڑانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے اگر کوئی ان پر حملہ کرے تو وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی اُن سے سوال کرے تو وہ جواب نہیں دے سکتے اگر کوئی ان سے مدد مانگے تو وہ اُس کی مدد

نہیں کر سکتے مگر خدائے واحد تو مانگنے والوں کی ضرورت پوری کرتا ہے سوال کرنے والوں کو جواب دیتا ہے مدد مانگنے والوں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو زیر کرتا ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں کو اعلیٰ ترقیات بخشتا ہے۔ اُس سے روشنی آتی ہے جو اُس کے پرستاروں کے دلوں کو منور کر دیتی ہے پھر تم کیوں ایسے خدا کو چھوڑ کر بے جان بتوں کے آگے جھکتے ہو اور اپنی عمر ضائع کر رہے ہو۔ تم دیکھتے نہیں کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو چھوڑ کر تمہارے خیالات بھی گندے اور دل بھی تاریک ہو گئے ہیں۔ تم قسم قسم کی وہمی تعلیموں میں مبتلا ہو۔ حلال وحرام کی تم میں تمیز نہیں رہی۔ اچھے اور برے میں تم امتیاز نہیں کر سکتے۔ اپنی ماؤں کی بے حرمتی کرتے ہو اپنی بہنوں اور بیٹیوں پر ظلم کرتے ہو اور اُن کے حق انہیں نہیں دیتے۔ اپنی بیویوں سے تمہارا سلوک اچھا نہیں۔ یتامیٰ کے حق مارتے ہو اور بیواؤں سے برا سلوک کرتے ہو۔

غریبوں اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہو اور دوسروں کے حق مار کر اپنی بڑائی قائم کرنا چاہتے ہو۔ جھوٹ اور فریب سے تم کو عار نہیں۔ چوری اور ڈاکہ سے تم کو نفرت نہیں۔ جوا اور شراب تمہارا شغل ہے۔ حصول علم اور قومی خدمت کی طرف تمہاری توجہ نہیں۔ خدائے واحد کی طرف سے کب تک غافل رہو گے۔ آؤ اور اپنی اصلاح کرو اور ظلم چھوڑ دو، ہر حقدار کو اُس کا حق دو۔ خدا نے اگر مال دیا ہے تو ملک وقوم کی خدمت اور کمزوروں اور غریبوں کی ترقی کے لئے اُسے خرچ کرو عورتوں کی عزت کرو اور اُن کے حق ادا کرو۔ یتیموں کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھو اور اُن کی خبر گیری کو اعلیٰ درجہ کی نیکی سمجھو۔ بیواؤں کا سہارا بنو۔ نیکیوں اور تقویٰ کو قائم کرو انصاف اور عدل ہی نہیں بلکہ رحم اور احسان کو اپنا شعار بناؤ۔ اس دنیا میں تمہارا آنا بیکار نہ جانا چاہئے۔ اچھے آثار اپنے پیچھے چھوڑو۔ تا دائمی نیکی کا بیج بویا جائے۔ حق لینے میں نہیں بلکہ قربانی اور ایثار میں اصل عزت ہے پس تم قربانی کرو۔ خدا کے قریب ہو۔ خدا کے بندوں کے مقابل پر ایثار کا نمونہ دکھاؤ تا خدا تعالیٰ کے ہاں تمہارا حق قائم ہو۔ بے شک ہم حاکم ہیں مگر ہماری کمزوروی کو نہ دیکھو۔ آسمان پر سچائی کی حکومت کا فیصلہ ہو چکا ہے اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عدل کا ترازو رکھا جائے گا اور انصاف اور رحم کی حکومت قائم کی جائے گی جس میں کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ مذہب کے معاملہ میں دخل اندازی نہ

کی جائے گی۔عورتوں اور غلاموں پر جوظلم ہوتے رہے ہیں انہیں مٹا دیا جائے گا اور شیطان کی حکومت کی جگہ خدائے واحد کی حکومت قائم کر دی جائے گی۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ شاندار تعلیم مکہ والوں کے سامنے بار بار پیش کی تو ایک دن مکہ کے سردار جمع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دے تو ہم اُسے اپنا سردار بنالیں گے یا اگر دولت کی خواہش ہے تو دولت پیش کر دیں گے اگر حسین ترین عورت اُس کو درکار ہے وہ مہیا کر دیں گے اگر وہ ہماری تجاویز قبول نہ کرے تو آپ کو اپنا بھتیجا چھوڑنا پڑے گا ورنہ آپ کی قوم آپ کی ریاست سے انکار کر کے آپ کو چھوڑ دے گی حضرت ابوطالب کے لئے یہ بات بہت شاق تھی چنانچہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بلوا کر سارا ماجرا سنایا اور اُن کی آنکھوں میں آنسو آگئے اُن کے آنسوؤں کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

''اے میرے چچا! میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی قوم کو چھوڑ دیں اور میرا ساتھ دیں آپ بیشک میرا ساتھ چھوڑ دیں اور اپنی قوم کے ساتھ مل جائیں لیکن مجھے خدائے واحد لاشریک کی قسم ہے کہ اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لاکر کھڑا کر دیں تب بھی میں خدا تعالیٰ کی توحید کا وعظ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ میں اپنے کام میں لگا رہوں گا جب تک خدا مجھے موت دے۔ آپ اپنی مصلحت کو خود سوچ لیں۔ یہ ایمان سے پُر اور یہ اخلاص سے بھرا ہوا جواب ابوطالب کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ اُنہوں نے سمجھ لیا کہ گو مجھے ایمان لانے کی توفیق نہیں ملی۔لیکن اس ایمان کا نظارہ دیکھنے کی توفیق ملنا ہی سب دولتوں سے بڑی دولت ہے اور آپ نے کہا اے میرے بھتیجے جا اور اپنا فرض ادا کرتا رہ۔قوم اگر مجھے چھوڑنا چاہتی ہے تو بیشک چھوڑ دے میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔(ابن ہشام زرقانی)

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۲۱)

اس کے بعد مکہ والوں کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بعض ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت بھی دے دی لیکن اُنہوں نے اُن کے ساتھ بھی ناروا سلوک کئے اور اُن کا پیچھا بھی کیا اور حبشہ تک بھی جا کر سازشیں کیں۔ اس پر بھی ان کے دل ٹھنڈے نہ ہوئے اور جب ان ظلموں کے باوجود مسلمانوں کے ایمان میں تزلزل نہ آیا تو کفار مکہ نے مسلمانوں کا کلی طور پر مقاطعہ کر دیا اور ان مظالم سے تنگ آ کر مسلمان شعب ابی طالب میں محصور ہو کر رہ گئے اور تین سال متواتر شعب ابی طالب میں تکالیف اٹھاتے رہے اور تھوڑے ہی دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفا شعار بیوی حضرت خدیجہؓ اس مقاطعہ کے دنوں کی تکلیفوں کے نتیجہ میں فوت ہو گئیں اور ایک مہینہ بعد حضرت ابوطالب بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

طائف والوں کو پیغام حق

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔۔''جب مکہ کے لوگوں نے باتیں سننے سے ہی انکار کر دیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ مارو اور پیٹو مگر بات بالکل نہ سنو، تو آپ نے طائف کی طرف رخ کیا طائف مکہ سے کوئی ساٹھ میل کے قریب جنوب مشرق کی طرف ایک شہر ہے، جو اپنے پھلوں اور اپنی زراعت کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ شہر بت پرستی میں مکہ والوں سے کم نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب آپ طائف پہنچے تو وہاں کے رؤساء آپ سے ملنے کے لئے آنے شروع ہوئے لیکن کوئی شخص حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔۔۔۔۔۔وہ ایک دن جمع ہوئے۔ کتّے اُنہوں نے اپنے ساتھ لئے۔ لڑکوں کو اُکسایا اور پتھروں سے اپنی جھولیاں بھر لیں اور بے دردی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتھراؤ کرنا شروع کیا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہر سے دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔ آپ کے پاؤں لہولہان ہو گئے اور زیدؓ آپ کو بچاتے ہوئے سخت زخمی ہوئے مگر ظالموں کا دل ٹھنڈا نہ ہوا وہ آپ کے پیچھے چلتے گئے اور چلتے گئے جب تک شہر سے کئی میل دور کی پہاڑیوں تک آپ پہنچ گئے اُنہوں نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ جب یہ لوگ آپ کا پیچھا کر رہے تھے تو آپ اس ڈر سے کہ خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نہ بھڑک اُٹھے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے اور نہایت الحاح سے دعا کرتے الٰہی ان لوگوں کو معاف کر کہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

''آپؐ کے اس سفر کے متعلق دشمنوں کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اس سفر میں آپؐ نے بے

نظیر قربانی اور استقلال کا نمونہ دکھایا ہے سر ولیم میور اپنی کتاب '' محمدؐ '' (دی لائف آف محمدؐ صفحہ ۹۷ ناقل) میں لکھتے ہیں:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طائف کے سفر میں ایک شاندار شجاعانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ اکیلا آدمی جس کی اپنی قوم نے اُس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور اُسے دھتکار دیا خدا کے نام پر بہادری کے ساتھ نینوا کے یوناہ نبی کی طرح ایک بُت پرست شہر کو توبہ کی اور خدائی مشن کی دعوت دینے کے لئے نکلا۔ یہ امر اُس کے اس ایمان پر کہ وہ اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کی طرف سے سمجھتا تھا ایک بہت تیز روشنی ڈالتا ہے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۲۸)

مدینہ کے لوگوں کو پیغام حق

حج کے ایام میں ۔۔۔۔۔۔۔۔ ''آپ منیٰ کی وادی میں پھر رہے تھے کہ چھ سات آدمی جو مدینہ کے باشندے تھے آپ کی نظر پڑی آپ نے اُن سے کہا آپ کس قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا خزرج قبیلہ کے ساتھ۔ آپ نے کہا وہی قبیلہ جو یہودیوں کا حلیف ہے؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کیا آپ لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری باتیں سنیں گے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ نے اُنہیں بتایا کہ خدا کی بادشاہت قریب آ رہی ہے، بت اب دنیا سے مٹا دیئے جائیں گے۔ توحید کو دنیا میں قائم کر دیا جائے گا نیکی اور تقویٰ پھر ایک دفعہ دنیا میں قائم ہو جائیں گے کیا مدینہ کے لوگ اس عظیم الشان نعمت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اُنہوں نے آپؐ کی باتیں سنیں اور متاثر ہوئے۔ اور کہا آپؐ کی تعلیم کو تو ہم قبول کرتے ہیں باقی رہا یہ کہ مدینہ اسلام کو پناہ دینے کے لئے تیار ہے یا نہیں۔ اس کے لئے ہم اپنے وطن جا کر اپنی قوم سے بات کریں گے پھر ہم دوسرے سال اپنی قوم کا فیصلہ آپ کو بتائیں گے یہ لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں میں آپ کی تعلیم کا ذکر کرنا شروع کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ جب اُن حاجیوں سے مدینہ والوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو سنا، آپ کی سچائی اُن کے

دلوں میں گھر کر گئی اور اُنہوں نے کہا یہ تو وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کی یہودی ہمیں خبر دیا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔ چنانچہ اگلے سال حج کے موقعہ پر پھر مدینہ کے لوگ آئے۔ بارہ آدمی اس دفعہ مدینہ سے یہ ارادہ کر کے چلے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو جائیں گے ان میں سے دس خزرجؔ قبیلہ کے تھے اور دو اوسؔ کے۔ منٰی میں وہ آپ سے ملے اور انہوں نے آپ کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کیا کہ وہ سوائے خدا کے اور کسی کی پرستش نہیں کریں گے، وہ چوری نہیں کریں گے، وہ بدکاری نہیں کریں گے، وہ اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے، وہ ایک دوسرے کے اوپر جھوٹے الزام نہیں لگائیں گے، نہ وہ خدا کے نبی کی دوسری نیک تعلیمات میں نافرمانی کریں گے۔ یہ لوگ واپس گئے تو انہوں نے اپنی قوم میں اور بھی زیادہ زور سے تبلیغ شروع کر دی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰)

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"آخر تیسرا حج بھی آپہنچا اور مدینہ کے حاجیوں کا قافلہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پر مشتمل مکہ میں وارد ہوا۔۔۔۔۔اس دفعہ مدینہ کے مسلمانوں کی تعداد ۷۳ تھی۔ اُن میں ۶۲ خزرجؔ قبیلہ کے تھے اور گیارہ اوسؔ کے تھے اور اس قافلہ میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳)

بادشاہوں کو تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کے وقت تبلیغ عام کا دروازہ کھل گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے بعد نزول اس آیت کے کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ (الاعراف:۱۵۹) دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے خط لکھے تھے اور نبی نے غیر قوموں کے بادشاہوں کی طرف دعوت دین کے ہرگز خط نہیں لکھے کیونکہ

وہ دوسری قوموں کی دعوت کے لئے مامور نہ تھے۔ یہ عام دعوت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ سے ہی شروع ہوئی اور مسیح موعود کے زمانہ میں اور اس کے ہاتھ سے تکمیل تک پہنچی۔(شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حصہ اوّل صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''مدینہ تشریف لے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ آپ اپنی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔۔۔۔۔۔۔آپ نے ایک مہر بنوائی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کھدوائے اور اللہ تعالیٰ کے ادب کے طور پر آپ نے سب سے اوپر ''اللہ'' کا لفظ لکھوادیا نیچے ''رسول'' کا پھر نیچے ''محمد'' کا۔

محرم ۶۲۸ء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط لے کر مختلف صحابہؓ مختلف ممالک کی طرف روانہ ہوگئے۔ان میں سے ایک خط قیصر روما کے نام تھا اور ایک خط ایران کے بادشاہ کی طرف تھا ایک خط مصر کے بادشاہ کی طرف تھا جو قیصر کے ماتحت تھا۔ایک خط نجاشی کی طرف تھا جو حبشہ کا بادشاہ تھا۔اسی طرح بعض اور بادشاہوں کی طرف آپؐ نے خطوط لکھے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۹۳)

قیصر روم کے پاس جب خط پہنچا تو بادشاہ نے ترجمان سے پڑھوایا پھر حکم دیا کہ کوئی عرب کا قافلہ آیا ہو تو اُن لوگوں کو پیش کرو۔۔۔۔۔اتفاقاً ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ اُس وقت وہاں آیا ہوا تھا۔بادشاہ نے ابوسفیان سے مختلف سوالات دریافت کئے اور جوابات سن کر یہ نتیجہ نکالا۔۔۔۔۔۔۔

''پس میں سمجھتا ہوں کہ وہ نبوت کے دعویٰ میں سچا ہے اور میرا خود یہ خیال تھا کہ اس زمانہ میں ''وہ نبی'' آنے والا ہے مگر میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ عربوں میں پیدا ہونے والا ہے اور جو جواب تو نے مجھے دیئے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ وہ ان ممالک پر ضرور قابض ہو جائے گا''۔(بخاری)

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۹۵)

''تیسرا خط آپ نے نجاشی کے نام لکھا۔۔۔۔۔۔ جب یہ خط نجاشی کو پہنچا تو اُس نے بڑے ادب سے اس خط کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور تخت سے نیچے اُتر کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ ہاتھی دانت کا ایک ڈبہ لاؤ چنانچہ ایک ڈبہ لایا گیا اس نے وہ خط ادب کے ساتھ اُس ڈبہ میں رکھ دیا۔ اور کہا جب تک یہ خط حبشہ میں محفوظ رہے گا حبشہ کی حکومت بھی محفوظ رہے گی چنانچہ نجاشی کا یہ خیال درست ثابت ہوا۔۔۔۔۔۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیغام حق دنیا کے ہر نفس کو پہنچانے کی پوری پوری کوشش فرمائی اور اس فریضہ کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا یہاں تک کہ خدائے ذوالعرش نے فرمایا: لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ۔ (الشعراء: ۴)

ترجمہ: کہ شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں مومن نہیں ہوتے۔ یعنی تیرا پاکیزہ دل کافروں کے سچائی کے انکار کو برداشت نہیں کر سکتا اور خواہش کرتا ہے کہ وہ بھی ہدایت پا جائیں۔ (تفسیر صغیر صفحہ ۴۶۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فریضہ کو احسن رنگ میں ادا کرنے کے متعلق آپ کے عاشق صادق حضرت امام مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ زبردست دلیل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی کہ آپ ایسے وقت میں آئے کہ ساری دنیا عام طور پر بدکاریوں اور بداعتقادیوں میں مبتلا ہو چکی تھی اور حق و حقیقت اور توحید اور پاکیزگی سے خالی ہو گئی تھی پھر دوسری دلیل آپ کی سچائی کی یہ ہے کہ آپ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف اُٹھائے گئے جب اپنے فرض رسالت کو پورے طور پر ادا کر کے کامیاب و بامراد ہو چکے''۔

(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ نمبر ۴ بحوالہ شان محمدؐ حصہ اوّل صفحہ ۳۴، ۳۵)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے مبارک موقعہ پر ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کے مجمع کو جبل رحمت پر ایستادہ ہو کر جو عظیم الشان ہدایت دی اور پیغام حق پہنچایا اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ''تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو

گے۔‘‘

صحابہ کرام نے عرض کی ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا کا پیغام پہنچادیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حق رسالت ادا فرمادیا اور اپنا فرض پورا کردیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اُٹھائی اور تین بار فرمایا:

’’خدایا گواہ رہنا، خدایا گواہ رہنا، خدایا گواہ رہنا‘‘

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

اسی لئے خدائے ذوالعرش نے بھی آسمان سے یہ سند خوشنودی عطا فرمائی **وَوَجَدَکَ ضَآلاًّ فَھَدٰی**۔ (الضحٰی:۸) اور جب اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی قوم کی محبت میں سرشار دیکھا تو اُن کی اصلاح کا صحیح راستہ تجھے بتادیا یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! تو اپنی قوم کی ہدایت کی خواہش میں سرشار تھا سو ہم نے تجھے وہ راستہ بتادیا جس سے تو قوم کی اصلاح کر سکے۔

(تفسیر صغیر صفحہ ۸۳۱)

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیامت تک اپنی پاکیزہ تعلیم سے دنیا کی راہنمائی کے سامان مہیا فرمائے سبحان اللہ۔

اور دنیا نے **دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا**۔ (الاحزاب:۴۷) کا حسین جلوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات میں مشاہدہ کرلیا۔

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ

(۶)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مخلوقِ خدا سے شفقت اور پیار کا سلوک

غرباء اور یتامٰی کی خبر گیری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان صفات کریمانہ کا تذکرہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنے فارسی اشعار میں اس طرح فرماتے ہیں:

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ بادشاہ و بےکساں را چاکرے
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید کس ندیدہ درجہاں از مادرے
ناتواناں را برحمت دستگیر خستہ جاناں را بہ شفقت غم خورے

(درثمین فارسی صفحہ ۷ بحوالہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریرات کی رو سے صفحہ ۴۸۷۔۴۸۸)

نیز فرماتے ہیں:

''اگر کسی نبی کی فضیلت اُس کے اُن کاموں سے ثابت ہوسکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اُٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔''

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۹ بحوالہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے صفحہ ۴۰۸)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ غریبوں کے مولیٰ اور منجی تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ احْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ''یعنی اے اللہ مجھے مسکین ہونے کی حالت میں زندہ رکھ مسکین ہونے کی حالت میں وفات دے اور مساکین کے زمرہ میں ہی قیامت کے دن مجھے اُٹھا۔''

(ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء ان فقراء المہاجرین)

اور ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کہ مجھے اپنے فقر پر فخر ہے۔

ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبوت کا دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ اُس وقت جب غارِ حرا میں آپ پر اِقْرأ والی آیات کریمہ کا نزول ہوا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو اس عظیم ذمہ داری کے متعلق بتلایا تو اُس وقت حضرت خدیجہؓ نے جو شاندار الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف میں بیان فرمائے وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخلوق خدا سے شفقت اور پیار کے سلوک اور احسانات کا تذکرہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا اور شہادت دی کہ **کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندیشے غلط ہیں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ **اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتقری الضَّیْفَ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتعینُ عَلٰی نَوائبِ الْحَقِّ** (بخاری کتاب بدء الوحی) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور وہ اخلاق فاضلہ جو دنیا سے مٹ گئے ہیں اُن کو پھر سے قائم کر رہے ہیں اگر کوئی شخص بغیر کسی شرارت کے پھنس جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کی مدد کرتے ہیں۔ (بخاری) انسان کی سب سے بڑی گواہ اُس کی بیوی ہی

ہوسکتی ہے جو ہر وقت اُس کے حالات کو دیکھتی ہے۔ پس یہ گواہی سب سے معتبر گواہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واقعہ میں طٰہٰ تھے یعنی ایک کامل مرد میں جو فضائل پائے جانے چاہئیں وہ سب کے سب آپؐ میں پائے جاتے تھے۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کی گواہی عین درست تھی کیونکہ شادی کے بعد اُنہوں نے اپنے سارے اموال اور غلام اپنے عظیم المرتبت شوہر کی خدمت میں پیش کئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں تو یہ سب کچھ راہِ خدا میں دے دوں گا اور حضرت خدیجہؓ نے خندہ پیشانی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صاحب اختیار ہیں جس طرح چاہیں کریں چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا اور وہ تمام مال لے کر حاجت مندوں اور غرباء میں تقسیم کر دیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے پیارے ربّ کریم کی مخلوق سے کس قدر ہمدردی تھی اور کس طرح اُن کے لئے بے دریغ مال خرچ کیا۔

حضرت رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا مشفق انسان نہ دنیا میں کبھی پیدا ہوا اور نہ کبھی ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت ہر طبقہ کے انسانوں سے تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے ہی انسانیت کا شرف قائم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقی معنوں میں انسان دوست تھے اور اس میں غریب امیر کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ اسی وجہ سے خدائے ذوالعرش نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سند خوشنودی عطا فرمائی۔ فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ (ال عمران: ۱۶۰)
ترجمہ: ''خداوند کریم کی رحمت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نرم دل اور نرم خو یعنی شفیق واقع ہوئے ہیں۔''

اور خداوند کریم نے آپؐ کی پیاری پیاری صفات کریمانہ اور لوگوں سے شفقت اور پیار کے سلوک اور اُن کی ہر دم خیر چاہنے اور اُن کے دکھ میں پڑنے سے خود تکلیف پریشانی اور رنج میں مبتلا ہونے کے بارے میں اپنی پاک کتاب میں شاندار الفاظ میں خراج تحسین کا اظہار فرمایا:

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ:۱۲۸)

ترجمہ:''(اے مومنو!) تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول ہو کر آیا ہے تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا اور بہت کرم کرنے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مشفقانہ اور کریمانہ صفات کا ایسے شاندار الفاظ میں تذکرہ فرمادیا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی انسان آپ کی شان میں مزید الفاظ ادا کرنے کی ہمت نہیں پاتا کیونکہ آپ کی ساری ہی خوبیاں تو بیان کردی گئی ہیں کہ آپ کسی فرد بشر کی تکلیف نہیں دیکھ سکتے اور اپنی ہمت طاقت سے بڑھ کر اُس کی ہمدردی میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو حاضر ہیں۔ پھر ساری دنیا کے لئے ہر قسم کی بھلائیاں چاہنے والے ہیں اور اپنے آسمانی آقا خداوند کریم سے بھی سب انسانوں کے لئے بھلائی کی دعائیں مانگتے اور خیر کے طلبگار ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر مومنوں کے لئے تو محبت اور کرم کی برسات برساتے رہتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

اصحاب صفہ غریب اور بے کس لوگ مسجد نبوی میں رہتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان لوگوں کی ہر طرح دلداری فرماتے اور جو کچھ مہیا ہوتا ان خدا کے بندوں میں تقسیم فرماتے رہتے۔ ان اصحاب میں حضرت ابو ہریرہ بھی تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنایات اور شفقت سے ہمیشہ حصہ پاتے تھے جن کا احادیث مبارکہ میں تذکرہ موجود ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زیدؓ سے ایسا حسن سلوک کیا کہ اُس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بھی بنایا۔ اُن کے ساتھ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کی شادی بھی کردی اُن کے بیٹے کو ناز و نعمت سے پالا باپ بیٹے کو فوج کا کمان دار بھی بنایا الغرض ان گنت شفقتیں فرمائیں۔

غریبوں پر شفقت فرماتے ہوئے ایسے پیارے احکام دیئے جو قیامت تک غریبوں کے

حق میں ہر ایک تعمیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات پر درود بھیجنے کا موجب ہوتی رہے گی ملاحظہ ہوں چند احادیث مبارکہ:

۱-حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''مزدور کو اُس کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔'' (حدیقۃ الصالحین نیا ایڈیشن صفحہ ۵۸۵)

کتنا زریں اور پیارا اصول ہے اگر اس پر عمل ہو تو دنیا خوشحال ہو جائے۔

۲-حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''تین باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اُسے اپنی حفاظت اور رحم میں رکھے گا اور اُسے جنّت میں داخل کرے گا۔ پہلی یہ کہ وہ کمزوروں پر رحم کرے دوسری یہ کہ وہ ماں باپ سے محبت کرے۔ تیسری یہ کہ خادموں اور نوکروں سے اچھا سلوک کرے۔''

(حدیقۃ الصالحین نیا ایڈیشن صفحہ ۵۸۴،۵۸۵)

۳-حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کا نوکر کھانا تیار کر کے لائے اور تم اُسے اپنے پاس بٹھا کر نہ کھلا سکو تو کم از کم ایک دو لقمے تو اُسے کھانے کو دیدو کیونکہ اُس نے یہ کھانا محنت کر کے تمہارے لئے تیار کیا ہے اس میں اُس کا بھی حق ہے۔'' (حدیقۃ الصالحین نیا ایڈیشن صفحہ ۵۸۴)

۴-حضرت جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین سے واپسی کے دوران ایک موقع پر کچھ اُجڈ دیہاتی آپؐ کے پیچھے پڑ گئے وہ بڑے اصرار سے سوال کر رہے تھے جب آپؐ اُنہیں دینے لگے تو انہوں نے اتنا رش کیا کہ آپؐ کو مجبوراً ایک درخت کا سہارا لینا پڑا۔ حتّٰی کہ آپؐ کی چادر چھین لی گئی آپؐ نے فرمایا میری چادر مجھے واپس دے دو۔ مجھے کیکروں کے بہت بڑے جنگل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا اگر اس وسیع جنگل کے برابر بھی میرے پاس اُونٹ ہوں تو میں اُن کو تقسیم کرنے میں خوشی محسوس کروں گا۔ اور تم مجھے کبھی بھی بخل سے کام لینے والا بڑ ہانکنے والا یا بزدلی دکھانے والا نہیں پاؤ گے۔

(بخاری کتاب الجہاد۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین نیا ایڈیشن صفحہ ۳۳)

۵-حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عرب نے ان سے ذکر کیا کہ جنگ حنین میں بھیڑ کی وجہ سے اُس کا پاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں پر جا پڑا۔ سخت قسم کی چپلی جو میں نے پہن رکھی تھی اُس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پاؤں بری طرح زخمی ہو گیا۔ حضورؐ نے تکلیف کی وجہ سے ہلکا سا کوڑا مارتے ہوئے فرمایا: بسم اللہ! تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے اس سے مجھے بڑی ندامت ہوئی۔ ساری رات میں سخت بے چین رہا کہ ہائے مجھ سے یہ غلطی کیوں ہوئی۔ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ حضورؐ تمہیں بلاتے ہیں۔ مجھے اور گھبراہٹ ہوئی کہ کل کی غلطی کی وجہ سے شاید میری شامت آئی ہے بہر حال میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے بڑی شفقت سے فرمایا کل تم نے میرا پاؤں کچل دیا تھا اور اس پر میں نے تمہیں ایک کوڑا ہلکا سا مارا تھا اُس کا مجھے افسوس ہے یہ اسیّ بکریاں تمہیں دے رہا ہوں یہ لو(اور جو تکلیف تمہیں مجھ سے پہنچی ہے، اسے دل سے نکال دو۔ حضوؐ کی اس شفقت اور مشفقانہ انداز سے میری پریشانی کو دور کرنے پر میں حیران رہ گیا۔)

(مسند دارمی باب فی سخا النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحوالہ حدیقۃ الصالحین نیا ایڈیشن صفحہ ۳۱، ۳۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ بہت بڑا اور بھاری احسان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غلامی کی لعنت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اس کا تذکرہ ایک طویل داستان ہے۔ یہاں پر صرف غلاموں سے حسن سلوک کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند ارشاداتِ عالیہ پیش ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غلاموں لونڈیوں سے ہر قسم کی پابندیاں اور ظلم وستم ختم کرائے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو غلام رکھنا ہی پسند نہ فرمایا بلکہ تریسٹھ غلام آزاد کئے اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:

''غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا آپؐ ہمیشہ ہی وعظ فرماتے رہتے آپؐ کا یہ ارشاد تھا کہ اگر کسی شخص کے پاس غلام ہو اور وہ اُس کو آزاد کرنے کی توفیق نہ رکھتا ہو تو اگر وہ کسی وقت غصہ میں اُس کو مار بیٹھے یا گالی دے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اُس کو آزار کر دے (مسلم جلد ۲ کتاب

الایمان)اسی طرح آپؐ غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق اتنا زور دیتے تھے کہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اُس کے ہر عضو پر دوزخ کی آگ کو حرام کردے گا۔

پھر آپؐ فرمایا کرتے تھے غلام سے اتنا ہی کام لو جتنا وہ کرسکتا ہے اور جب اُس سے کوئی کام لو تو اُس کے ساتھ مل کر کام کیا کرو تا کہ ذلت محسوس نہ کرے (مسلم جلد ۲ کتاب الایمان) اور جب سفر کرو تو یا تو اُس کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھاؤ یا اُس کے ساتھ باری مقرر کرکے سواری پر چڑھو اس بارے میں آپؐ اتنی تاکید فرماتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جو اسلام لانے کے بعد ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہتے تھے اور آپؐ کی اس تعلیم کو اکثر سنتے رہتے تھے وہ کہا کرتے تھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے اگر اللہ کے رستہ میں جہاد کا موقع مجھے نہ مل رہا ہوتا اور حج کی توفیق نہ مل رہی ہوتی اور میری بڑھیا ماں زندہ نہ ہوتی جس کی خدمت مجھ پر فرض ہے تو میں خواہش کرتا کہ میں غلامی کی حالت میں مروں کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غلام کے حق میں نہایت ہی نیک باتیں فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم جلد ۲ کتاب الایمان)

معرور بن سویدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ جیسے اُن کے کپڑے تھے ویسے ہی اُن کے غلام کے تھے اس کی وجہ پوچھی کہ آپ کے کپڑے اور آپ کے غلام کے کپڑے ایک جیسے کیوں ہیں تو اُنہوں نے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو اس کی ماں کا طعنہ دیا جو لونڈی تھی اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تُو ایسا شخص ہے جس میں ابھی تک کفر کی باتیں پائی جاتی ہیں غلام کیا ہیں تمہارے بھائی ہیں اور تمہاری طاقت کا ذریعہ ہیں خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت وہ کچھ عرصہ کے لئے تمہارے قبضہ میں آجاتے ہیں پس چاہئے کہ جس کا بھائی اس کی خدمت تلے آجائے وہ جو کچھ خود کھاتا ہے اُسے کھلائے اور جو کچھ خود پہنتا ہے اسے پہنائے اور تم میں سے کوئی شخص کسی غلام سے ایسا کام نہ لے جس کی اُسے طاقت نہ ہو اور جب تم اُنہیں کوئی کام بتاؤ تو خود بھی اُن کے ساتھ مل کر کام کیا کرو۔ (مسلم جلد ۲ کتاب الایمان)

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۵۴)

روایت ہے کہ مصعبؓ بن عمیر ایک صحابی تھے جنہوں نے ناز ونعمت میں زندگی بسر کی تھی جب مدینہ ہجرت کر کے آئے تو مخالفوں نے سب کچھ چھین لیا اب اُن کے پاس جسم چھپانے کے لئے کافی لباس بھی نہ ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کو دیکھتے تو آبدیدہ ہو جاتے۔

(ترمذی ابواب صفة القیامہ بحوالہ صفحہ ۲۰۲ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اس واقعہ سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ کسی انسان کا دکھ میں پڑنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سخت دکھ میں ڈال دیتا تھا اسی لئے تو خدائے ذوالعرش نے بھی فرمایا عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ کہ تمہارا دکھ میں پڑنا ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر شاق گزرتا ہے۔

صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَآلِہٖ

''حضرت ابوالدرداؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کمزوروں میں مجھے تلاش کرو یعنی میں اُن کے ساتھ ہوں اور ان کی مدد کر کے تم میری رضا حاصل کر سکتے ہو یہ حقیقت ہے کہ کمزوروں اور غریبوں کی وجہ سے ہی تم خدا کی مدد پاتے ہو اور اُس کے حضور سے رزق کے مستحق بنتے ہو۔

(ترمذی ابواب الجہاد بحوالہ حدیقة الصالحین نیا ایڈیشن صفحہ ۱۷۵)

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سچا سخی وہی ہے جسے دولت ملے اور وہ اسے تقسیم کرے۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے ظالم دشمنوں پر فتح دی اور آپؐ نے ان کو معاف کر دیا۔ آپؐ کو اس نے بادشاہت دی اور آپؐ نے اس بادشاہت میں بھی غربت سے گزارہ کر کے اور سب مال حاجت مندوں میں تقسیم کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ آپؐ غرباء کی خبر گیری کی تعلیم اس لئے نہیں دیتے تھے کہ آپؐ کے پاس کچھ تھا نہیں بلکہ آپؐ جو کچھ کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

(ہمارا رسولؐ صفحہ ۳۹)

(۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا شادیاں کرنا اور اہلِ بیت سے مشفقانہ سلوک

اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں۔آپ فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔۔۔۔۔"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُن کی کئی بیویاں تھیں اور یہ کہ آپ کا یہ فعل نعوذ باللہ من ذالک عیاشی پر مبنی تھا مگر جب ہم اس تعلق کو دیکھتے ہیں جو آپ کی بیویوں کو آپ کے ساتھ تھا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ آپ کا تعلق ایسا پاکیزہ ایسا بے لوث اور ایسا روحانی تھا کہ کسی ایک بیوی والے مرد کا تعلق بھی اپنی بیوی سے ایسا نہیں ہوتا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اپنی بیویوں سے عیاشی کا ہوتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا چاہئے تھا کہ آپ کی بیویوں کے دل کسی روحانی جذبہ سے متاثر نہ ہوتے مگر آپ کی بیویوں کے دل میں آپ کی جو محبت تھی اور آپ سے جو نیک اثر اُنہوں نے لیا تھا وہ بہت سے ایسے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں کے متعلق تاریخ سے ثابت ہیں۔۔۔۔۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۰۵)

قرآن حکیم میں سورۃ احزاب کی آیات کریمہ ۲۹،۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے نبیؐ اپنی بیویوں سے کہہ کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیوی سامان دے دیتا ہوں اور تم کو نیک طریق سے رخصت کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور اُخروی زندگی کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے پوری طرح اسلام پر قائم رہنے والیوں کے لئے بہت بڑا انعام تجویز کیا ہے۔''

اس سوال کے جواب میں امہات المومنین کا یہی جواب تھا کہ اُنہیں دنیوی مال و منال سے سروکار نہیں بلکہ وہ اپنے پیارے خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور رضا کے تحت اپنی زندگیاں بسر کرنا چاہتی ہیں اور اُنہوں نے صبر اور استقلال سے اسی مؤقف پر اپنی زندگیاں گزاریں۔

شادی کے ذریعہ سے انسان بنی نوع کی ہمدردی کی بنیاد ڈالتا ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔۔۔''خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے سب سے زیادہ بنی نوع انسان کے ساتھ بھلائی کرنے والا وہی ہوسکتا ہے کہ پہلے اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کرے۔ مگر جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظلم اور شرارت کا برتاؤ رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی کر سکے کیونکہ خدا نے آدم کو پیدا کر کے سب سے پہلے آدم کی محبت کا مصداق اُس کی بیوی کو ہی بنایا ہے پس جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا یا اُس کی خود بیوی ہی نہیں۔ وہ کامل انسان ہونے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور شفاعت کی دو شرطوں میں سے ایک شرط اُس میں مفقود ہے اس لئے اگر عصمت اُس میں پائی بھی جائے تب بھی وہ شفاعت کرنے کے لائق نہیں لیکن جو شخص کوئی بیوی نکاح میں لاتا ہے وہ اپنے لئے بنی نوع کی ہمدردی کی بنیاد ڈالتا ہے کیونکہ ایک بیوی بہت سے رشتوں کا موجب ہو جاتی ہے اور بچے پیدا ہوتے ہیں اُن کی بیویاں آتی ہیں اور بچوں کی نانیاں اور بچوں کے ماموں وغیرہ ہوتے ہیں اور اس طرح پر ایسا شخص خواہ نخواہ محبت اور ہمدردی کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کی اس عادت کا دائرہ وسیع ہو کر سب کو اپنی ہمدردی سے حصہ دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(ریویو آف ریلیجنز اُردو جلد اوّل صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۷ بحوالہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے صفحہ ۴۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کئی شادیاں کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں بھی عظیم تھے اور باہر بھی عظیم تھے۔ اس معاملہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پاکیزہ کردار اپنی معراج کو پہنچا ہوا ہے کسی دوسرے نبی کا ایسا مثالی کردار ہمارے سامنے نہیں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی لاانتہا دینی اور ملی وقومی مصروفیات کے باوجود اپنی ازواج مطہرات سے جس طرح شفقت، محبت اور پیار کا سلوک کیا اور اُن کی روحانی تربیت فرما کر اُنہیں روحانیت کے بام عروج پر پہنچایا وہ ہر طرح سے قابل صد ستائش اور تحسین کے لائق ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پاکیزہ کردار ہمارے لئے اُسوہ حسنہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر کے تمام اُمور میں ازواج مطہرات سے مشورہ لیتے اور اپنے مفید مشوروں سے گھر والوں کو مستفیض فرماتے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر کا کام کاج کرنے میں بھی عار نہ سمجھتے اور گھر کے کام میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُ کُم لِاَھْلِیْ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح) کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل سے بہتر سلوک کرے اور مَیں تم سب سے بہتر اپنے اہل کے ساتھ سلوک کرتا ہوں۔۔ پس شادیاں کر کے اپنے بہترین اخلاق ہمدردی اور موانست کا اعلیٰ نمونہ ہمارے لئے قائم فرما دیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اسی پاک مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تا کہ:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُسوہ حسنہ قائم ہو جس کی تقلید کر کے دنیا قیامت تک مستفیض ہوتی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر حرکت وسکون کا ذکر پایا جاتا ہے جس کو پڑھ کر اور اس پر عمل کر کے ہم اپنی دنیا اور عاقبت سنوار سکتے ہیں۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اپنی پاک سیرت اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ قائم فرما جائیں جو اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے بھی اُسوہ حسنہ ہو اور آنے والی نسلوں کے لئے قابلِ تقلید مثالیں موجود ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی لئے پیارے احکام بیان فرماتے ہوئے فرمایا: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَ کُمْ

تَطۡهِیۡرًا۔ (الاحزاب: ۳۴ تفسیر صغیر صفحہ ۶۹۳) ترجمہ: اے اہل بیت! اللہ تم میں سے ہر قسم کی گندگی دور کرنا اور تم کو کامل طور پر پاک کرنا چاہتا ہے۔ نیز آیات کریمہ نمبر ۳۲ اور ۳۵ میں اہل بیت کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرماں برداری اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت کی باتوں پر عمل کرنے اور اُسے یاد رکھنے کا حکم دیا۔ یعنی اس پاکیزہ اور پر حکمت کلام الٰہی کو دنیا میں بھی پہنچاؤ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادیوں کا یہی سِر اور بھید ہے اور یہی حکمت پنہاں ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام کی پوری پوری فرماں بردار بن کر اور کلام الٰہی کو حرز جان بنا کر دنیا کے لئے اعلیٰ نمونہ بنیں۔

چنانچہ تاریخ شاہد ہے اور ہزاروں احادیث مبارکہ سے ازواج مطہرات کی سیرت کے واقعات ملتے ہیں کہ اُنہوں نے نہایت ہی پاکیزہ اور شاندار اخلاق فاضلہ کے نمونے قائم کئے مثلاً اُن کی محبت الٰہی اور حُبِّ رسول، انقطاع الی اللہ، نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری، سخاوت، صبر وقناعت اور شفقت علیٰ خلق اللہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت ازلی سے ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا۔ اس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باذنِ الٰہی شادیاں کرنا ایک مقبول بارگاہ الٰہی فعل تھا۔ دونوں جانب سے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فعل عورت کی دنیا میں عزت قائم کرنے کا موجب بنے اور بشریت کے تقاضے پورے ہوں کیونکہ مرد اور عورت دونوں ہی بشر اور خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور جس طرح مرد اپنے لئے عزت شرف کا مقام چاہتا ہے اسی طرح عورت کو بھی عزت اور شرف کا درجہ دیا جائے اور جس طرح مرد اپنے لئے احترام اور محبت چاہتا ہے اُسی طرح عورت کو بھی احترام قدر اور محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اسی لئے احسن الخالقین نے فرمایا: وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً۔ (الروم: ۲۲) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان پیار اور رحم کا رشتہ پیدا کیا ہے۔ پس اُمہات المومنین نے روحانیت میں ترقی کر کے ایک عظیم الشان مقام پیدا کیا جو خاص طور پر ہر مسلمان عورت کے لئے بہترین اُسوہ ہے کیونکہ امہات المومنین نے گھریلو زندگی کو بھی جنتی بنایا اور ایک پاک معاشرہ قائم کر دکھایا اور خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ

والہٖ وسلم کی فرماں برداری کا بھی بہترین نمونہ قائم کر دیا۔

خدا تعالیٰ کی محبت کا ذکر وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔(البقرہ:۱۶۶) میں پایا جاتا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا ذکر اَلْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ (الشوریٰ:۲۴) میں ملتا ہے۔ یہ دو بڑے ذرائع ہیں جن سے رضائے الٰہی کی جنت حاصل ہوتی ہے اور ہمارا سر فخر سے بہت اُونچا ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ امہات المومنین نے ان دونوں ذرائع کے حصول میں بہترین نمونہ پیش کیا۔ امّ المومنین حضرت عائشہؓ نے تو قلیل عرصہ کی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایسا بلند روحانی مقام حاصل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نصف دین عائشہ سے سیکھو۔

اُم المومنین حضرت خدیجہؓ نے تجارت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معاملات سے روز اوّل سے ہی آپ کو امین اور صدیق پا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور شمائلہ حسنہ کو پرکھ لیا تھا۔ اسی لئے اُنہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اوّل وحی کے نزول پر آپ کے اخلاق کریمانہ کی بہترین تعریف و توصیف بیان کی جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور شادی کے بعد جان و دل سے اپنے عظیم المرتبت شوہر کی خدمت اور اطاعت و فرماں برداری کا بہترین نمونہ چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غارِ حرا میں کھانا حضرت خدیجہؓ خود پہنچاتیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سکون سے اپنے پیارے رب کریم کی یاد میں محو رہ سکیں بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا خدیجہ برتن میں کچھ لا رہی ہیں اُن کو خدا تعالیٰ کا اور میرا سلام پہنچا دیں سبحان اللہ حضرت خدیجہؓ نے محبت الٰہی میں اس قدر ترقی کی کہ خدائے ذوالعرش کی طرف سے اُنہیں سلام کا تحفہ پہنچایا گیا۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادیاں دنیا کے لئے برکتوں اور رحمتوں کے سامان فراہم کر گئیں۔

اس بارہ میں حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح پرور تحریر کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:

''اگر ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیویاں نہ کرتے تو ہمیں کیونکر سمجھ آ سکتا کہ خدا کی راہ میں جاں فشانی کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے تعلق تھے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی بیوی نہیں تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیویاں اپنے نکاح میں لاکر امتحانوں کے موقعہ پر یہ ثابت کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی لذات سے کچھ بھی غرض نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی مجردانہ زندگی ہے کہ کوئی چیز آپؐ کو خدا سے روک نہیں سکتی۔ تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں۔ میں خدا کا ہوں اور خدا کی طرف جاؤں گا ہر ایک دفعہ اولاد کے مرنے میں جو لخت جگر ہوتے ہیں منہ سے نکلتا تھا کہ اے خدا ہر ایک چیز پر میں تجھے مقدم رکھتا ہوں مجھے اس اولاد سے کچھ تعلق نہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل دنیا کی خواہشوں اور شہوات سے بے تعلق تھے اور خدا کی راہ میں ہر ایک وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے تھے۔۔۔۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی بجز حضرت عائشہ کے سب سن رسیدہ تھیں بعض کی عمر ۶۰ برس تک پہنچ چکی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعدد ازواج سے یہی اہم اور مقدم مقصود تھا کہ عورتوں میں مقاصدِ دین شائع کئے جائیں اور اپنی صحبت میں رکھ کر اُن کو علم دین سکھایا جائے تا وہ دوسری عورتوں کو اپنے نمونہ اور تعلیم سے ہدایت دے سکیں۔

(بحوالہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حصہ اوّل صفحہ نمبر ۵ ۱۳ تا ۷ ۱۳)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

چناں زندگی کن کہ باصد عیال
ندا دی بدل غیر آں ذوالجلال

ترجمہ: کہ سو عیال کے ہوتے ہوئے اپنی زندگی کو اس طرح بسر کر کہ تیرا دل صرف خداوند ذوالجلال والاکرام کے ذکر میں ہی لگا ہو اور تیرا ملجا و ماویٰ صرف خدائے ذوالجلال ہی ہو۔ سبحان

اللہ یہ شعر ہمارے پیارے آقا محبوب خدا خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات پر صد در صد صادق اور پورا آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مطلوب ومقصود ومطاع صرف خدائے ذوالجلال کی ذات بابرکات ہی تھی جیسا کہ فرمایا گیا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الانعام: ۱۶۳)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کو کہہ دے کہ میں صرف خدائے واحد کا پرستار ہوں کسی دوسری چیز سے مجھے کوئی تعلق نہیں میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا صرف اس خالق و مالک رَبّ العالمین کے لئے ہی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

(۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رشتہ داروں سے حُسن سلوک

۱- بیٹیوں سے حُسن سلوک:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سلوک اس بارے میں بھی قابل تقلید تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عم زاد حضرت علیؓ سے ہوئی تھی حضرت فاطمہؓ سے پیار کا یہ حال تھا کہ حضرت فاطمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُٹھ کر بیٹی کا استقبال کرتے اُسے خوش آمدید کہتے اُس کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی لخت جگر فاطمہؓ کے گھر جاتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی زینبؓ حضرت فاطمہؓ سے بڑی تھیں مکہ سے ہجرت کے وقت دشمنوں نے اُنہیں سواری سے گرا دیا تھا اس چوٹ کے اثر سے وہ بیمار رہنے لگیں چھ سال بیمار

رہنے کے بعد وہ خدا کو پیاری ہو گئیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں خود لحد میں اُتارا۔ روئے مبارک پر غم کے آثار ہویدا تھے فرمایا یہ بیچاری اکثر بیمار رہتی تھیں میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے بہت دُعا کی ہے۔

ب-نواسوں سے حسن سلوک

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی عزیز بیٹی حضرت فاطمہؓ کے بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے بہت پیار فرماتے اُنہیں گود میں اُٹھاتے سینہ سے لگاتے اُن کا منہ چومتے عجیب انداز میں اُن سے لاڈ و پیار کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو پکڑا ہوا ہے اس کے پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں پر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے تھے۔آ جاؤ! چڑھو! اوپر چڑھو! یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینہ پر آ گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسین کو کہا منہ کھولو۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے منہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منہ چوم لیا اور کہا الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

ج-منہ بولے بیٹے سے پیار

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کے بیٹے اُسامہؓ کے چوٹ لگ گئی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود اُس کا خون صاف کرتے تھے اور ماں کی طرح پیار کرتے ہوئے فرماتے تھے اگر اُسامہ لڑکی ہوتی تو میں اُسے زیور پہناتا۔''

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از مولانا غلام باری سیف صفحہ ۲۵۲-۲۵۵)

رشتے داروں سے حسن سلوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رشتے داروں سے حسن سلوک کے عنوان کے تحت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔۔۔۔''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بزرگ تو آپؐ کے بچپن میں ہی

فوت ہو گئے تھے، بیویوں کے بزرگ موجود تھے اور آپ ہمیشہ اُن کا ادب کرتے تھے جب فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ ایک فاتح جرنیل کے طور پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ اپنے باپ کو آپؐ کی ملاقات کے لئے لائے اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا آپ نے ان کو کیوں تکلیف دی میں خود اُن کے پاس حاضر ہوتا۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۹)

۔۔۔۔۔۔۔۔ایک شخص نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں اُن سے نیک سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں میں اُن سے احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں میں اُن کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہوں۔ وہ مجھ سے ترش روئی سے پیش آتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر تو تمہاری خوش قسمتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی مدد تمہیں ہمیشہ حاصل رہے گی۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۵۹)

''رشتہ دار تو الگ رہے آپ اپنے رشتہ داروں کے رشتہ داروں اور اُن کے دوستوں تک کا بھی بہت خیال رکھتے تھے جب کبھی آپ قربانی کرتے تو آپؐ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کی طرف ضرور گوشت بھجواتے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۶۰)

حضرت حلیمہؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ تھیں اُن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت اُنس تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُنہیں عزت وتوقیر کی نظر سے دیکھتے تھے اور ماں کا درجہ عطا کرتے تھے جب ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حلیمہؓ کو آتے دیکھا تو اپنی چادر کندھوں سے اُتار کر نیچے بچھا دی اور اس پر حلیمہ سعدیہ سے بیٹھنے کی درخواست کی۔۔۔۔۔غزوہ حنین میں حلیمہؓ کی قوم کے افراد قید ہوئے اور مجبور ہو کر حلیمہؓ کے بچوں کے پاس گئے کہ جاؤ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے سامنے سفارش کرو۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیر تک انتظار کرتے رہے تھے آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجبور ہو کر فوجیوں میں مالِ غنیمت تقسیم کر دیا صرف غلام رہنے دیئے کہ حلیمہؓ کی ایک بچی آپ صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کے پاس سفارش لے کرآ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ’’مَیں نے تمہارا بہت انتظار کیا آخر تنگ آ کر مال تقسیم کر دیا اب تم خود ہی پسند کرلو آیا میں مال واپس لے کر تم کو دوں یا قیدی چاہئیں‘‘۔ اُس نے قوم سے مشورہ کر کے جواب دیا کہ ہمیں قیدی چاہئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لشکرِ اسلام کے سامنے یہ معاملہ رکھا اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم خوشی سے اپنے اپنے قیدی آزاد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ اُسی وقت قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار قیدی رہا کر دیئے گئے۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ بحوالہ تخلیق الاوّل از حفیظۃ الرحمن صفحہ ۱۶-۱۷)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے آپؐ نے فرمایا ’’تیری ماں‘‘ پھر اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا ’’تیری ماں‘‘ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا ’’تیری ماں‘‘ اس نے چوتھی بار پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا ’’ماں کے بعد تیرا باپ تیرے حسنِ سلوک کا زیادہ مستحق ہے پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار‘‘۔

(بخاری کتاب الادب بحوالہ حدیقۃ الصالحین نیا ایڈیشن صفحہ ۳۴۵، ۳۴۶)

ہ۔ عورتوں سے حسن سلوک

عورتوں کے حقوق ادا کرنے اور اُن سے حسن سلوک کرنے کے بارے میں دنیا کے عظیم المرتبت انسان رحمۃ للعٰلمین حبیب خدا، خاتم الانبیاء، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احساناتِ عظیمہ کا تذکرہ کرنے کے لئے دفتر درکار ہیں۔ قرآن پاک کے متبرک اوراق اور احادیث مبارکہ ان مضامین پر شرح و بسط سے روشنی ڈالتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صنفِ نازک سے انتہائی پیار و محبت، مروت اور احسان کی پیاری تعلیم دی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر انسان کو یاد کرایا کہ وہ ’’عورت‘‘ کے پیٹ سے ہی پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق ہونے کے لحاظ سے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں دونوں ہی جنسِ واحد کی پیداوار ہیں

اور دونوں کے جذبات یکساں ہیں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جب ایک کافر کانپتا ہوا آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''گھبراؤ مت میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔''

(لباب الاخیار صفحہ ۹۸ بحوالہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفحہ ۲۱۳)

اس فقرہ میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے تحت اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار فرمایا وہاں عورت کی عزت وتکریم کو بھی قائم فرمادیا کہ وہ ماں ہونے کے لحاظ سے بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اہل وعیال سے جس بہترین سلوک کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے قائم فرمایا اُس کے بارے میں پہلے کچھ تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اب عورت کے متعلق بطور ماں، بیٹی، بیوی جن زریں اصولوں سے امت مسلمہ کو سرفراز فرمایا اور عورت کی عزتِ نفس کو قائم فرمایا اُس کے بارے میں چند باتیں عرض خدمت ہیں۔ یہاں پر یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ موجودہ زمانہ میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے جو شور برپا ہے کہ عورت کو برابری کے حقوق دیئے جائیں وہ سراسر نافہمی ہے اسلام نے تو آج سے چودہ سو سال قبل عورت کے ہر لحاظ سے حقوق کی تعیین کر دی اور کوئی معاملہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں تفصیل کے ساتھ عورت کے حقوق قائم نہ کر دیئے ہوں صرف تدبر اور تفکر کی ضرورت ہے۔

و۔ عورت کے حقوق بطور والدہ

قرآن حکیم نے والدین کے متعلق حکم فرمایا:

۱۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا کہ ماں اور باپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

(بنی اسرائیل: ۲۴ تفسیر صغیر صفحہ ۴۵۶)

۲۔ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ والدہ اور والد کے ساتھ حسن سلوک کیا کریں۔ (لقمان: ۱۵ تفسیر صغیر صفحہ ۶۷۵)

۳۔ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا۔ ہم نے انسان کو اپنے والدین (یعنی ماں اور

باپ) سے احسان کرنے کی تعلیم دی۔(الاحقاف ۱۶ تفسیر صغیر صفحہ ۸۳۵)

۴-وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ اور انسان کو حکم ہے کہ رحم کے جزبات کے ماتحت ان کے سامنے عاجزانہ رویّہ اختیار کر۔

(بنی اسرائیل:۲۵ تفسیر صغیر صفحہ ۴۵۶)

۵۔فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا۔ پس ان دونوں کو یعنی والدہ اور والد کو اُف تک نہ کہیں اور نہ انہیں جھڑکیں بلکہ والدین سے ہمیشہ نرمی سے بات کیا کریں۔(بنی اسرائیل: ۲۴ تفسیر صغیر صفحہ ۴۵۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی قبلاً پیش کر چکا ہوں کہ ایک صحابی کے سوال پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین بار نیک کام کا جو ارشاد فرمایا وہ والدہ کی خدمت کرنے کا فرمایا اور چوتھی بار والد کی خدمت کرنے کا اور پھر درجہ بدرجہ رشتہ داروں کی خدمت کرنے کا ارشاد فرمایا:

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کو جہاں عورت سے حسن سلوک کا ارشاد فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا اَلۡجَنَّةُ تَحۡتَ اَقۡدَامِ اُمَّهٰتِكُمۡ کہ اے مسلمانو! جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔جس کا یہ مطلب ہے کہ ماں کی عزت قدر اور خدمت کرنا تم پر فرض ہے اگر یہ نیک کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنت کو پالو گے اگر والدین کی خدمت نہیں کرو گے اور (ماسوا دین کے معاملے کے) اُن کے احکام کی پیروی نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لو گے۔

اس فرمان میں عورت کے لئے بھی ایک اور پہلو کا شاندار طریقہ سے اظہار فرما دیا گیا کہ اولاد کو جنت میں پہنچانے کے لئے اُن کی بہترین تعلیم تربیت ماں کا فریضہ ہے جب وہ اولاد کی صحیح تربیت کرے گی اور وہ نیک کام انجام دیں تو رضائے باری تعالیٰ کی جنت کو حاصل کر سکیں گے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین تو بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس تعلیم پر ایسا بہترین عمل کر کے دکھایا جس کا بار بار ذکر احادیث مبارکہ میں آتا ہے۔حضرت اویس قرنیؒ کے متعلق آتا ہے

کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف ہونے کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کو نہ آسکے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اویس قرنیؓ کو سلام کا تحفہ بھجوایا۔

ذ-عورت کے حقوق بطور بیٹی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت مبارکہ تک عربوں میں یہ رسم چلی آرہی تھی کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جاہلیت کی اس رسم کو گناہ عظیم اور گناہ کبیرہ انسانیت سوز ظلم قرار دے کر اس رسم کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے کیا ہی خوب فرمایا:

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتلایا کہ زمانہ جاہلیت میں جب وہ کچھ دنوں کے لئے گھر سے گیا ہوا تھا تو اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور اُس کی ماں نے اُسے کچھ سال چھپائے رکھا اور بڑے پیار ومحبت سے پالا پوسا۔ اور ایک دفعہ اُسے بناؤ سنگھار کر کے والد کو دکھایا۔ اُس نے پھر بھی رحم نہ کیا اور اُس کو جنگل میں لے جا کر زندہ درگور کر دیا۔ بچی ابا ابا پکارتی رہی۔ جب اُس نے یہ واقعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کیا تو فرطِ غم سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنسو گرنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اتنے روئے کہ دامن تر ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ”ظالم تُو نے کس طرح یہ فعل کیا جب کہ وہ تجھے پکارتی رہی ہائے ابا کیا کر رہے ہو!“۔ (سنن دارمی صفحہ ا بحوالہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفحہ ۱۹۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض احادیث مبارکہ کی رُو سے دو اور بعض میں تین بیٹیوں کی صحیح پرورش اور تعلیم وتربیت کرنے پر جنت کا مستحق قرار دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک غریب عورت میرے پاس آئی اور اُس کے

ساتھ اُس کی دو بیٹیاں بھی تھیں اُس وقت ہمارے گھر میں سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ تھا میں نے وہی کھجور اُس کو دے دی اُس نے وہ کھجور آدھی آدھی کر کے دونوں لڑکیوں کو کھلا دی اور پھر اُٹھ کر چلی گئی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس غریب کے گھر میں بیٹیاں ہوں اور وہ اُن کیساتھ حسن سلوک کرلے خدا تعالیٰ اُسے قیامت کے دن عذاب دوزخ سے بچائے گا۔'' پھر فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس عورت کو اس کے اس فعل کی وجہ سے جنت کا مستحق بنائے گا۔''

(مسلم جلد ۲ کتاب الفضائل بحوالہ دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۵۱، ۲۵۲)

قرآن حکیم میں بیٹی کو بھی وراثت میں حصہ دار قرار دے کر اس کی عزت وتوقیر میں اضافہ کیا گیا ہے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

عربی قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند منتخب اشعار

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَ الْعِرْفَانِ

اے اللہ تعالیٰ کے فیض اور عرفان کے چشمے

یَسْعٰی إِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ

لوگ سخت پیاسوں کی طرح تیری طرف دوڑتے ہیں

یَابَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ

اے انعام دینے اور احسان فرمانے والے خدا کے فضل کے سمندر

تَھْوِیْ إلیکَ الزُّمَرُ بِالْکِیْزَانِ

لوگ فوج در فوج کوزے لئے تیری طرف تیزی سے آرہے ہیں

یَاشَمْسَ مُلْکِ الْحُسْنِ وَ الْاِحْسَانِ

اے ملک حسن و احسان کے آفتاب

نَوَّرْتَ وَجْهَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ

تو نے بیابانوں، صحراؤں اور آبادیوں کو منور کردیا ہے

قَوْمٌ رَءٰ وْکَ وَاُمَّةٌ قَدْ اُخْبِرَتْ

ایک قوم تیرے دیدار سے مشرف ہوئی اور ایک جماعت نے

مِنْ ذٰلِکَ الْبَدْرِ الَّذِیْ أَصْبَانِیْ

اس بدر کی خبر سنی جس نے مجھے اپنا فریفتہ اور شیدا بنا لیا ہے

یَامَنْ غَدَا فِیْ نُوْرِہٖ وَضِیَائِہٖ

اے وہ جو اپنے نور اور روشنی میں

کَا لنَّیِّرَیْنِ وَنَوَّرَ الْمَلَوَانِ

مہروماہ کی طرح ہوگیا ہے اوراپنے نور سے رات دن کو منور کردیا ہے

یَا بَدْرَنَا یَا اٰیَةَ الرَّحْمٰنِ

اے ہمارے چودھویں کے چاند اے خدائے رحمن کے نشان

اَھْدَی الْھُدَاۃِ وَاَشْجَعَ الشُّجْعَانِ

اے سب ہادیوں سے بڑے ہادی اورسب بہادروں سے بڑے بہادر

اِنِّیْ أَرٰی فِیْ وَجْهِکَ الْمُتَهَلِّلِ

میں تیرے خنداں و درخشاں چہرے میں ایک ایسی

شَأْنًا یَّفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ

شان دیکھتا ہوں جو انسانی شمائل پر فوقیت رکھتی ہے

اَحْیَیْتَ أَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَۃٍ

تو نے صدیوں کے مردے ایک جلوہ سے زندہ کر دیئے

مَاذَا یُمَاثِلُکَ بِھٰذَا الشَّانِ

کون ہے جو اس شان میں تیرا نظیر ہو سکے

أُرۡسِلۡتَ مِنۡ رَبٍّ كَرِيۡمٍ مُحۡسِنٍ
تو محسن رب کریم کی طرف سے
فِی الۡفِتۡنَةِ الصَّمَّاءِ وَالطُّغيَانِ
خوفناک فتنے اور طغیانی کے وقت بھیجا گیا
يَاللَّفَتٰی مَا حُسۡنُهٗ وَجَمَالُهٗ
واہ کیا ہی صاحب حسن و جمال مرد ہے
رَيَّاهُ يُصۡبِیۡ الۡقَلۡبَ كَالرَّيۡحَانِ
جس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح شیفتہ کرلیتی ہے
وَجۡهُ الۡمُهَيۡمِنِ ظَاهِرٌ فِیۡ وَجۡهِهٖ
اللہ تعالیٰ کا چہرہ اس کے چہرے میں نظر آتا ہے
وَشُئُوۡنُهٗ لَمَعَتۡ بِهٰذَا الشَّانِ
اور اس کے تمام حالات اسی شان کے ساتھ چمکتے ہیں
فَلِذَا يُحَبُّ وَيَسۡتَحِقُّ جَمَالُهٗ
اسی لئے تو وہ محبوب ہے اور اس کا جمال اس لائق ہے
شَغَفًا بِهٖ مِنۡ زُمۡرَةِ الۡاَخۡدَانِ
کہ دوستوں کی جماعت کو چھوڑ کر اس سے دل بستگی پیدا کی جائے
سُجُحٌ كَرِيۡمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰی
وہ خوش خلق، معزز، صاحب جودو عطا، تقویٰ دوست ہے
خِرۡقٌ وَّفَاقَ طَوَائِفَ الۡفِتۡيَانِ
کریم اور سخی اور سب جوانوں پر فائق ہے
فَاقَ الۡوَرٰی بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ
وہ سب مخلوقات سے اپنے کمال اور اپنے جمال اور

وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهٖ الرَّیَّانٖ

اپنے جلال اور اپنے شاداب دل کے ساتھ فوقیت لے گیا ہے

لَاشَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُا لْوَرٰی

بیشک محمد ﷺ بہتر مخلوقات اور صاحب کرم و عطا اور

رِیْقُ الْکِرَامِ وَنُخْبَۃُ الْاَعْیَانٖ

شرفاء لوگوں کی روح اور ان کی قوت اور چیدۂ اعیان ہیں

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ

ہرقسم کی فضیلت کی صفات آپ میں علی الوجہ الاتم موجود ہیں

خُتِمَتْ بِہٖ نَعْمَائُ کُلِّ زَمَانٖ

اور ہر زمانے کی نعمت آپؐ کی ذات پر ختم ہے

وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرِدَافَۃً

اللہ تعالیٰ کی قسم یقینا محمد ﷺ جانشین کی مانند ہیں

وَبِہٖ الْوُصُوْلُ بِسُدَّۃِ السُّلْطَانٖ

اور آپ ہی کے ذریعہ دربار شاہی تک رسائی ہوسکتی ہے

ھُوَ فَخْرُ کُلِّ مُطَھَّرٍ وَمُقَدَّسٍ

آپ ہر مطہر و مقدس کے لئے باعث فخر ہیں

وَبِہٖ یُبَاھِی الْعَسْکَرُ الرُّوْحَانِیْ

اور روحانی لشکر آپ ہی کے وجود باجود پر مفتخر و نازاں ہے

ھُوَ خَیْرُ کُلِّ مُقَرَّبٍ مُتَقَدِّمٍ

آپ ہر پہلے مقرب سے افضل ہیں

وَالْفَضْلُ بِالْخَیْرَاتِ لَابِزَمَانٖ

اور فضیلت کارہائے خیر پر موقوف ہے نہ کہ زمانہ پر

اَلْفَیْتُہٗ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْھُدٰی

مَیں نے آپؐ کو حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا

وَرَاَیْتُہٗ کَالدُّرِّفِی اللَّمْعَانِ

اور آب و تاب میں آپ کوموتی کی مانند دیکھا

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا

اے میرے رب اپنے نبی پر ہمیشہ درود بھیج!

فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِیْ

اس دنیا میں بھی اور دوسرے عالم میں بھی!

لِلّٰہِ دَرُّکَ یَااِمَامَ الْعَالَمِ

آفرین اے مقتدائے عالم!

أَنْتَ السَّبُوْقُ وَسَیِّدُ الشُّجْعَانِ

تو سب سے آگے بڑھا ہوا اور تمام بہادروں کا سردار ہے

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَّتَحَنُّنٍ

مجھ پر رحم اور شفقت کی نظر کرنا

یَا سَیِّدِیْ أَنَا أَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

اے میرے آقا میں تیرا ایک ناچیز غلام ہوں

یَاحِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّۃً

اے میرے پیارے تیری محبت میرے خون، میری جان

فِیْ مُھْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَجَنَانِیْ

میرے حواس اور میرے دل میں رچ گئی ہے۔!

مِنْ ذِکْرِ وَجْھِکَ یَاحَدِیْقَۃَ بَھْجَتِیْ

اے میری مسرت کے باغ تیرے منہ کی یاد سے

لَمْ أَخْلُ فِیْ لَحْظٍ وَّلَا فِی اٰنٍ
میں ایک آن اور ایک لحظہ بھی خالی نہیں ہوتا
جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
میرا جسم شوق غالب کے سبب تیری طرف اڑا جاتا ہے
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانٖ
اے کاش! مجھ میں قوت پرواز ہوتی!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ترجمہ: اے اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل نازل فرما اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر۔ جس طرح تو نے فضل کیا ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر۔ یقیناً تو بہت تعریف والا اور بڑی بزرگی والا ہے۔

اے اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت نازل فرما۔ جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر۔ یقینا تو بہت تعریف والا اور بڑی بزرگی والا ہے۔